ہفت روزہ ترجمانِ اسلام لاہور

نگرانِ اعلیٰ
مولانا مفتی محمود

۱۹ ستمبر تا ۲۵ ستمبر ۱۹۸۰ء | قیمت: ایک روپیہ پچاس پیسہ | شمارہ ۳۸

23/38

ہفت روزہ ترجمانِ اسلام لاہور

پاکستان میں اسلامی دستور اور قرآنی نظام کا علمبردار؛ ختم نبوت و صداقت کا داعی ہے، الحاد و زندقہ اور بدکرداری کا دشمن ہے، اسلامی نظریات عدالت کا حامی ہے اور تمام لادینی فتنوں کا جواب ہے اپنے بلند عزائم و مقاصد کے ساتھ عرصہ دراز سے دینی، قومی اور ملکی خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ نظام العلماء پاکستان کے کارکنوں اور حساس و دردمند مسلمانوں سے التماس ہے کہ وہ اس اخبار اور اس کے افکار کی نشر و اشاعت میں حصہ لیں اور اس کی اشاعت بڑھانے میں ہمارے ساتھ تعاون کریں۔

(حضرت مولانا) محمد عبداللہ درخواستی؛ مرکزی امیر، نظام العلماء پاکستان
(حضرت مولانا) مفتی محمود؛ مرکزی ناظم عمومی نظام العلماء پاکستان
(حضرت مولانا) عبیداللہ انور، امیر نظام العلماء پاکستان (پنجاب)

وسیلہ نجات کا

جب تک زباں پہ ذکر رہا اُس کی ذات کا
آتا رہا مزا مجھے قند و نبات کا

اُس نے مجاہدین کو دے کر نوید خلد
مرگ و فنا سے کام لیا ہے حیات کا

اُس کے سوا کسی کو یہ جرأت کہاں نصیب
سرکائے کون ذات سے پردہ صفات کا

اس کو شفا ملی ہے محمدؐ کے نام سے
جو ملتجی تھا چارۂ دردِ حیات کا

میری گنہگار شبوں پر بھی اِک نظر
سورج ہے تو جہانِ مقابر کی رات کا

میری طرف اُٹھی تھی وہ چشمِ کرم کبھی
مارا ہُوا ہوں میں بھی اسی التفات کا

وہ لے گیا ہے عرش کو راہیں زمین سے
اس کے سوا تھا علم کسے کائنات کا

فہرست پیمبری کی اسی پر ہوئی تمام
آیا نہ پھر رسول کوئی ان صفات کا

دل سے قبول کیوں نہ کریں اسوۂ رسولؐ
دانش یہی ہے ایک وسیلہ نجات کا

حضرت احسان دانش

جگنو

کل سرِ شام جو ساون نے لُٹائے جگنو
جیبیں بھر بھر کے مرے بچّے بھی لائے جگنو

سارے دن بچّوں نے کل بیر بہوٹی پکڑیں
واپس آتے تو پکڑتے ہوئے آئے جگنو

کھا گئی تھی انہیں گرمی مرے بچّوں کی طرح
پہلی بارش میں بڑی دیر نہائے جگنو

دن چڑھے تو مرا سایہ مری انگلی پکڑے
شام اُترے تو مجھے راہ دِکھائے جگنو

میں نے تو خط بھی اندھیرے میں اسے لکھا ہے
پھر یہ کاغذ پہ کہاں سے اُتر آئے جگنو

اہلِ منزل کو چراغوں سے نوازا اُس نے
میں مسافر تھا مرے حصّے میں آئے جگنو

کل مجھے آنکھ مچولی کی جو سوجھی بیدلؔ
گھر سے بچّوں کو لیا ساتھ ملائے جگنو

ڈاکٹر بیدل حیدری کبیر والہ

ہفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور

جلد نمبر ۲۲ | شمارہ نمبر ۳۸

جمعۃ المبارک ۸ ذی قعدہ ۱۴۰۰ھ

سرپرست
مولانا عبیداللہ انور

مدیر
اکرام القادری

مدیر معاون
عمیر الہاشمی

بدلِ اشتراک
سالانہ ۶۵ روپے
ششماہی ۳۳ روپے
سہ ماہی ۱۷ روپے

قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

خط و کتابت: ترجمان اسلام چوک رنگ محل لاہور

جاپان کی حقیقت رسی

جمرود روڈ پر افغان مہاجرین سے خطاب کرتے ہوئے جاپان کے پارلیمانی وفد کے قائد مسٹر کیوا اکودا نے کہا ہے کہ وہ اپنی حکومت سے سفارش کریں گے کہ روس پر اس وقت تک اقتصادی پابندیاں جاری رکھی جائیں جب تک اس کی فوجیں افغانستان سے واپس نہیں چلی جاتیں۔ انہوں نے کہا کہ روس پہلے ہی ان پابندیوں پر بڑا نالاں ہے، لیکن جاپان پُرامن ذرائع سے روس پر زور ڈالتا رہے گا کہ وہ افغانستان سے اپنی فوجیں واپس بُلا لے۔ انہوں نے کہا کہ جاپانی عوام نے روس کی فوجی مداخلت کو بڑی شدت کے ساتھ محسوس کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جاپان اور افغانستان کے عوام ایشیائی ہونے کے ناتے سے بھائی بھائی ہیں۔ انہوں نے ایک اور بیان میں کہا کہ اقوام عالم کا بھی فرض ہے کہ وہ روس کو افغانستان میں جارحیت سے باز رکھے۔

جاپان کے پارلیمانی وفد کے قائد مسٹر اکودا نے دورۂ پاکستان کے دوران جن خیالات و آراء کا اظہار کیا ہے وہ مبنی بر حقیقت ہے اور وقت کی آواز ہے۔ اقوام عالم کو چاہیئے کہ وہ اس حقیقت کو سنجیدگی سے محسوس کریں اور وقت کی اس آواز میں اپنی آوازوں کا وزن شامل کر کے اس آواز کو مزید گرجدار اور ٹھوس بنا دیں۔

افغانستان کے مسئلے میں جاپان نے جو کچھ کیا ہے وہ قابلِ قدر اور مستحق ستائش و آفریں ہے، بلکہ یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ انسانی حقوق کے واحد ٹھیکیدار امریکہ سے وہ کچھ نہ ہو سکا جو جاپان نے بالفعل کر دکھایا۔ امریکہ بہادر صرف خالی خولی دھمکیوں اور کھوکھلے دعوؤں سے ہی کام چلاتا رہا جبکہ جاپان نے افغانستان کے مظلوم عوام کے دکھ کو اپنا دکھ سمجھتے ہوئے روس پر دباؤ ڈالنے کی حتی المقدور کوشش کی اور اس کے لئے روس کی ناراضگی کی قطعًا پروا نہیں کی۔

مسٹر اکودا کے بیانات میں سطحیت اور کھوکھلے پن کی بجائے دردمندی، حقیقت رسی اور رفعائیت واضح طور پر نظر آتی ہے۔ اپنی حکومت سے مسٹر اکودا کی یہ

سفارش کی "روس پر اس وقت تک اقتصادی پابندیاں جاری رکھی جائیں جب تک اس کی فوجیں افغانستان سے واپس نہیں چلی جاتیں" ان کے اس دعوے کی تصدیق کرتا ہے کہ ایشیائی ہونے کے ناتے سے جاپان اور افغانستان کے عوام بھائی بھائی ہیں۔

اس کا ایک رخ یہ بھی ہے کہ جاپانی وفد کے قائد نے پاکستان میں اپنے قیام کے دوران افغانستان سے آئے ہوئے لٹے پٹے اور بے خانماں و بے آسرا مہاجرین کی حالتِ زار بچشم خود ملاحظہ کی ہے اور جو شخص بھی دیکھتی آنکھوں اور سنتے کانوں دس لاکھ مہاجرین کے کیمپوں کا معائنہ کرے گا اس کے لئے افغانستان میں ہونے والے مظالم، بہیمیت اور سفاکی کا اندازہ کرنا چنداں مشکل نہیں؛ الّا یہ کہ کوئی شخص بظاہر آنکھیں رکھتا ہو، مگر ان سے دیکھ نہ سکتا ہو، کان رکھتا ہو مگر ان سے سن نہ سکتا ہو، دل رکھتا ہو مگر اس سے سمجھ نہ سکتا ہو۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جاپان نے افغانستانی عوام پر کئے جانے والے دردناک مظالم کے خلاف بھرپور آواز اٹھا کر اور عملی اقدامات کر کے حق ادا کر دیا ہے۔ اب دیگر اقوام کو بھی چاہیئے کہ وہ روس کے جارحانہ اور توسیع پسندانہ عزائم کو دل کی گہرائیوں سے محسوس کریں اور جاپان ایسی جوانمردی، حق پسندی اور مظلوم دوستی کا مظاہرہ کریں۔ اگر اقوام عالم نے اپنے ذاتی مفادات اور موہوم مصلحتوں کی خاطر انسانیت کی اس تذلیل کو گوارا کر لیا جو روس کے ہاتھوں افغانستان میں ہو رہی ہے تو ایک دن انہیں بھی یہ روزِ بد دیکھنا پڑے گا جس کی چکی میں آج افغانستان کے غریب عوام پس رہے ہیں مکافاتِ عمل قدرت کا ایسا اٹل ضابطہ ہے جس سے کسی کو مفر نہیں۔

اس سلسلے میں اقوام متحدہ کو بھی ٹھوس کردار کا مظاہرہ کرنا چاہیئے بڑی طاقتیں اس قسم کی روایتی اپیلوں کا نوٹس تک نہیں لیتی جو اقوام متحدہ کی جانب سے وقتاً فوقتاً کی جاتی ہیں۔ روس تو دنیا کی بہت بڑی طاقت ہے' ان بیجان اپیلوں پر تو اسرائیل ایسا چھوٹا ملک بھی کان نہیں دھرتا۔ ان اپیلوں اور قراردادوں سے اگر کچھ حاصل ہوتا تو اب تک "کشمیر، قبرص، فلسطین اور جنوبی افریقہ کے مسائل حل ہو جاتے۔ اس کے لئے بغیر چھوٹے بڑے کی تمیز اور رعایت کے اقوام متحدہ کو اپنی قانونی اور ذمہ دارانہ حیثیت کو بروئے کار لانا چاہیئے۔

اگر افغانستان میں روس کی بڑھتی ہوئی جارحیت کو لگام نہ دی گئی تو دنیا میں امن قائم رکھنا مشکل ہو جائے گا اور جس کی لاٹھی اس کی بھینس ضرب المثل کی بجائے آج کی متمدن دنیا کا اصول قرار پا جائے گا اور اس طرح سے چھوٹی قومیں اور ترقی پذیر ممالک مایوسی اور عدم تحفظ کا شکار ہو کر رہ جائیں گے جس کے نتیجے میں افراتفری اور لاقانونیت کا دور دورہ ہوگا۔

روس کو بھی چاہیئے کہ وہ راج ہٹ کی پالیسی کو ترک کر کے حقیقت پسندی سے کام لے۔ جہاں تک افغانستان کے نہتے اور بے بس عوام کی جرأتِ ایمانی اور عزم کا تعلق ہے تو وہ اب یقیناً روس سے پوشیدہ نہیں رہا۔ روس کو یہ اندازہ بخوبی ہو گیا ہے کہ افغان عوام لوہے کے چنے ثابت ہوئے ہیں جنہیں آسانی سے نگلا نہیں جا سکتا۔ روس اگر اپنی گرتی ہوئی ساکھ کو سنبھالا دینا چاہتا ہے تو اس کا ایک ہی حل ہے کہ افغانستان سے اپنی فوجیں فوراً واپس لے جائے ورنہ تو مزید ذلت و رسوائی سے روس کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکتی۔

ملک کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کا عظیم الشان سالانہ جلسہ یکم۔ ۲۔ ۳ اکتوبر ۱۹۸۰ء کو اپنی سابقہ شاندار روایات کے مطابق ہو رہا ہے۔ اسلامیانِ پاکستان سے شرکت کی اپیل ہے۔

(نوٹ) تفصیلی پروگرام آئندہ ملاحظہ فرمائیں۔

الداعی الی الخیر:۔ (مولانا) حبیب اللہ فاضل رشیدی، ناظم جامعہ رشیدیہ، ساہیوال

قاری نصیر الدین سواتی

برصغیر میں انگریزوں کی آمد اور حریت کی تحریکیں

انگریزوں نے مسلمان حکمرانوں کی اجازت سے ۱۶۰۸ء میں برصغیر میں ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کی اور تجارت کرتے رہے، لیکن ان "تذلیل انسانیت کے خوگر ظالموں نے اپنی سرشت کے مطابق فتنہ پردازیاں اور جعلسازیاں جاری رکھیں۔ سرمایہ داروں کی موروثی ذہنیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اور ابن الوقت لوگوں پر ڈورے ڈالتے رہے اور رفتہ رفتہ دیوانی کی ملازمت حاصل کرکے انتظامی امور میں داخل ہوگئے" بالآخر ۱۷۶۵ء سے ۱۸۶۷ء تک تقریباً سو سال میں پورے برصغیر کے بادشاہ بن بیٹھے اور زمانے بھر کے حرّاف و زندہ صفت انگریز نے نظامِ سلطنت پر قبضہ کرتے ہی اپنے آباؤ اجداد کی روایات کے عین مطابق خلافِ معاہدہ کارروائیاں شروع کردیں۔ اپنی ازلی تنگ نظری میں سچے ثابت ہوئے۔

حریت کی تحریکیں

جونہی انگریز نے برصغیر میں قدم رکھا تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تجدیدی کوششوں کا آغاز کردیا اور ان کو وسیع تر بنیادوں پر استوار کیا۔ آپ کے بعد امام المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے انقلابی پروگرام ترتیب دیا اور اسلام کو دستور کی شکل دے کر پیش کیا تاکہ آنے والے پُرفتن دور کا بحسن و خوبی مقابلہ کیا جاسکے۔ نتیجتاً شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دیے ہوئے پروگرام پر انقلابی اور حریت کی تحریکات کا سلسلہ چل نکلا جن کا ذیل میں اجمالاً اور مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

تحریکِ آزادی

۱۸۰۳ء میں انگریز نے جب ملک کے اکثر و بیشتر علاقوں پر قبضہ کرلیا تو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے برصغیر کو دارالحرب قرار دیا اور آپ انگریز کے بڑھتے ہوئے تسلط کو روکنے کے لیے ابھی ابتدائی مرحلے کی تکمیل ہی کر پائے تھے کہ انتقال ہوگیا۔ پھر اس تحریکِ آزادی کو حضرت سید احمد شہیدؒ اور حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے آگے بڑھایا اور آزادیٔ وطن کے لیے خاندان ولی اللّٰہیؒ کے یہ چشم و چراغ تھے۔ ۱۸۳۱ء میں بالاکوٹ کے مقام پر خون میں نہاتے ہوئے اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔

جنگِ آزادی

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں علماء نے قائدانہ کردار ادا کیا اور اپنے اپنے مقام پر بڑی دلیری و بہادری سے برطانوی حکومت کا مقابلہ کیا۔ مثال کے طور پر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مکی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے تھانہ بھون اور شاملی کے علاقوں میں آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔ حریت کی اسی جنگ میں شاملی کے میدان میں حضرت حافظ ضامن صاحبؒ کے زیرِ ناف گولی لگی اور جامِ شہادت نوش کرلیا۔ اور حضرت گنگوہی گرفتار کر لیے گئے۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوگئے۔ آپ تین دن تک روپوش رہے۔ اس کے بعد باہر نکل آئے۔ لوگوں نے پوچھا اس کا کیا مطلب؟

فرمایا محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم بھی غارِ حرا میں تین دن ہی رہے تھے۔

غرض یہ کہ علماء نے ہر موڑ پر انگریز کا سخت مقابلہ کیا۔

شکست و فتح نصیبوں سے ہے ولے اے میر
مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

دارالعلوم دیوبند کا قیام

وزیر اعظم گلیڈ اسٹون نے ایک اجلاس میں قرآن کریم اٹھا کر کہا کہ:

"جب تک یہ کتاب دنیا میں
باقی ہے، دنیا متمدن و
مہذب نہیں ہو سکتی"
(خطبہ صدارت ۱۵)

اور کہا کہ:

"اب اسلام صرف چند سالوں
کا مہمان ہے"
(موج کوثر ص۱۰)

گورنمنٹ برطانیہ کے ان عزائم کو مدنظر رکھ کر حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے ۱۸۶۶ء میں **دارالعلوم دیوبند** کی بنیاد رکھی اور یوں اسلامی تعلیمات کی حفاظت کا انتظام مکمل کیا

؎ گونجے گا چار کھونٹ میں نانوتویؒ کا نام
بانٹا ہے اس نے بادۂ عرفان مصطفےٰ

دارالعلوم کو قائم ہوئے ابھی پچاس سال بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ اس کے سب سے پہلے شاگرد اسیر مالٹاؒ نے ریشمی رومال کی تحریک چلا کر انگریز کی ناک میں دم کر دیا۔ اسی لئے مولانا ظفر علی خانؒ نے کہا ہے ؎

شاد باد و شاد زی اے سرزمین دیوبند
ہند میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند

تحریک حزب اللہ

۱۹۱۱ء میں حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ نے عالم اسلام کو اتحاد کا پیغام دینے کے لئے تحریک حزب اللہ کی داغ بیل ڈالی۔ اسلامی انقلاب کی یہ عظیم تحریک پہلی جنگ عظیم میں ترکی کی شکست کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکی، لیکن اس نے عوام کے دلوں میں انقلاب کی روح پھونک دی تھی۔

تحریک ریشمی رومال

۱۹۱۴ء میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ نے آزادئ وطن کی خاطر اور فرنگی ظالم کو سات سمندر پار دھکیلنے کے لئے ریشمی رومال کی تحریک چلائی اور ۱۹۱۶ء میں ایک آزاد مملکت کا خاکہ پیش کیا۔ اس میں امام الانقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ بانی تحریک کے دست و بازو بنے تھے۔ انگریز اس تحریک سے اتنا بوکھلا گیا کہ پوری گورنمنٹ برطانیہ کی سی۔آئی۔ڈی حرکت میں آگئی۔ دن کا چین غارت ہوگیا اور رات کی نیندیں حرام ہوگئیں، کیونکہ انقلاب کی اس خفیہ تحریک کا تعلق دنیا کی تمام انقلابی قوتوں سے تھا اور اسی کی پاداش میں شیخ الہندؒ اور حضرت مدنیؒ جزیرہ مالٹا میں اسیر رہے۔ یہاں انہیں ایسی اندوہناک اذیتیں دی گئیں اور ایسی تکلیفیں پہنچائی گئیں کہ جن کا تصور کرنے سے ہی دل کانپ اٹھتا ہے، لیکن انگریز کے ظلم کی ضرب اس سرفروش جرنیل کے پائے عزم و استقلال کو اپنی راہ پر چلنے سے نہ ہٹا سکیں۔ یوپی کے گورنر جیمس انیسٹن نے اسیر مالٹاؒ کے بارے میں کوئی پیشین گوئی تو نہیں کہہ دیا تھا کہ:

"اگر اس شخص کو جلا کر راکھ بھی کر دیا
جائے تو وہ بھی اس کوچہ سے
نہیں اڑے گی جس میں کوئی انگریز
رہتا ہوگا"

اور یہ کہا کہ:

"اگر اس شخص کی بوٹی
بوٹی کر دی جائے تو ہر بوٹی
سے انگریز کے خلاف بغاوت
ٹپکے گی" (سوانح قاسمی ص۸۲)

؎ وہی مومن ہے جس کو دیکھ کر باطل پکار اٹھے
کہ اس مرد خدا پر چل نہیں سکتا فسوں میرا

تحریک خلافت

پہلی جنگ عظیم کے بعد ۱۹۱۹ء میں ترکوں پر انگریزوں کے ظلم و استبداد کے خلاف علماء کی قیادت میں عوامی سطح پر تحریک خلافت شروع ہوئی۔ ہندوستان کی اس مشہور تحریک نے عوام کے شعور کو سیاسی طور پر نکھار دیا اور ایسی جرات و دلیری بخشی کہ مغربی حکمرانوں کے جابرانہ تسلط اور غرور کو چیلنج کیا اور آج مشرقی اقوام آزادی کی نعمت عظمیٰ سے مالا مال ہو رہی ہیں

جمعیۃ علماء ہند

۱۹۱۹ء میں مفتی اعظم مولانا مفتی محمد کفایت اللہؒ کی زیر قیادت جمعیۃ علماء ہند نے برصغیر کی آزادی کے لئے انتھک محنت کی۔ آخر شب و روز کی ان سرگرمیوں نے انگریز کے اقتدار کی بنیادیں ہلا دیں۔ فرنگی

> اگر اس شخص کو جلا کر راکھ
> بھی کر دیا جائے تو وہ بھی
> اس کوچہ سے نہیں اڑے
> گی جس میں کوئی
> انگریز رہتا ہوگا۔

سے ٹکر لی۔ اس کے ظالمانہ سلوک کی پرواہ نہ کی۔ ان کا ہر موڑ پر تعاقب کیا۔ مسلمانوں کو ان کی اسلام دشمن سرگرمیوں سے آگاہ کیا وطن عزیز کی آزادی کے لئے وحشیانہ سلوک کو بخوشی برداشت کیا

شیخ الہندؒ کے انقلابی فرزند حضرت سید مدنیؒ نے جمعیۃ علماء ہند کو کناڈا کے اجلاس میں خطبۂ صدارت دیتے ہوئے ببانگ دہل فرمایا:

"برٹش گورنمنٹ کی ناپاک
پالیسی، ہندوستانی نوجوانوں
سے اپنے اغراض کے لئے
مسلمانوں کے وار و دیار، مال و
منال اور عزت و آبرو پر ہاتھ
اٹھواتی ہے، انھیں قتل
کرواتی ہے، انھیں ہر طرح

افادات: ابوالکلام آزاد — ترتیب: سید اجمل شاہ

معلمِ انقلاب

ہمارا مقصد اس وقت انقلابی جدوجہد کے اسلامی اصولوں پر روشنی ڈالنا ہے۔ اس میں چار باتیں زیرِ بحث آئیں گی:

۱۔ معلمِ انقلاب،
۲۔ دستورِ انقلاب،
۳۔ شاہراہِ انقلاب اور
۴۔ مقاصدِ انقلاب

یہاں بحث "معلمِ انقلاب" کے عنوان سے شروع کی گئی ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ معلمِ انقلاب یا ہادیِ انقلاب ایک مسلمان کے نزدیک بجز اس فاطر السمٰوٰت والارض کی ذاتِ اقدس تعالےٰ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں کے لئے تمام عالم میں صرف ایک ہی ہاتھ ہے جو راہنما ہو سکتا ہے اور ایک ہی چشمِ نگراں ہے جو لغزشوں سے بچا سکتی ہے۔ یہ وہی تعالیٰ ہے جو کبھی کوہِ سینا پر تجلیِ حق بن کر چمکی۔ کبھی فاران پر ابرِ رحمت بن کر نمودار ہوئی اور کبھی غارِ ثور میں لا تحزن ان اللہ معنا کی صدا میں تھی۔ کبھی بدر کے کنارے ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم کے پیغام میں تھی۔ کبھی احد کے دامن میں وکان حقا علینا نصر المؤمنین کی بشارت میں تھی۔

اور آج بھی ایک لٹے ہوئے کارواں، ایک برباد شدہ قافلے اور ایک برہم شدہ انجمن کے لئے امید کا آخری سہارا اور زندگی کی آخری روشنی ہے۔

مراد و خضر عناں گیر باید از چپ و راست
کہ گم رہی نہ کنم ورنہ عزم راہ خطا است

امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء کون ہے کہ جب ایک مضطر و بے قرار اس تعالیٰ کو پکارتا ہے تو اس کی فریاد کو سنتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کرتا ہے؟

ویجعلکم خلفاء الارض ءالٰہ مع اللہ قلیلا ما تذکرون

اور کون ہے کہ اس نے تمہیں زمین پر اپنا نائب بنایا اور اس کی وراثت بخشی؟ کیا اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی اور ہے؟ لیکن تم ہی کم نصیحت پکڑتے ہو۔

امن یھدیکم فی ظلمٰت البر والبحر ومن یرسل الریٰح بشرا بین یدی رحمتہ ءالٰہ مع اللہ تعالی اللہ عما یشرکون ط

پھر بتلاؤ کون ہے جو خشکی اور تری کے اندھیروں میں تمہیں راستہ دکھاتا ہے؟ اور بارانِ رحمت سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری کے لئے بھیجتا ہے؟ کیا اللہ جل جلالہٗ کے سوا دوسرا کوئی ہے؟ ان کے سب طرح کے شرکوں سے اللہ تعالےٰ پاک ہے منزہ ہے!

دنیا میں جب بھی کبھی کسی بنی آدم نے اصلاحِ حیات کی کوئی منزل طے کی ہے، تو صرف اسی ہاتھ کی رہنمائی سے اور جو اس کی رہنمائی میں آگیا تو پھر اس کے لئے گمراہی و ضلالت نہیں۔ وہ ہر ضلالت، بے راہروی اور گمراہی و غلط روی کے کھٹکے سے محفوظ ہو گیا۔

فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام الآیۃ (۶-۳۷)

خدا کا قانونِ کائنات جب کسی کو راہ راست پر چلانا چاہتا ہے تو اس کا دل اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔

افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ فویل للقاسیۃ قلوبھم من ذکر اللہ ط الآیۃ (۳۹-۲۰)

اور جس کا دل اسلام کے لئے کھول دیا گیا تو پھر وہ اپنے پروردگار کی روشن کی ہوئی مشعلِ ہدایت اپنے سامنے پاتا ہے، مگر افسوس ان لوگوں پر جن کے دل قانونِ الٰہی کو یاد رکھنے سے غافل ہو کر سخت ہو گئے ہیں۔

ہم نہایت حسرت کے ساتھ یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ جو لوگ اپنے اندر آزادی اور حقوق طلبانہ پالیسی کا ولولہ رکھتے ہیں گو تمام راہِ ضلالت سے الگ رہنے کی انہیں رہادیت دینا چاہیئے، لیکن افسوس کہ ان کے سامنے غیر مسلموں کی پولیٹکل جدوجہد کے سوا کوئی مستقل اور علیحدہ راہ نہیں۔ وہ بھی اپنی ترقی کا سدرۃ المنتہیٰ صرف یہ سمجھتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح غیر مسلموں کے قدم بہ قدم چلنا سیکھ جائیں۔

بے شک ہمارے عقیدے میں بھی آجکل مسلمانوں کے لئے عبرت و تنبیہ کا سب سے بڑا سبق غیر مسلموں کے سیاسی اعمال میں ہے اور بڑی بدبختی یہی تھی کہ آج تک اس سے سبق و عبرت حاصل نہیں کی گئی، لیکن پیروانِ امامِ مبین کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی مذہبی موت نہیں ہو سکتی کہ اعمال کے ایک ضروری شعبہ میں ان کو اسلام تعلیم دینے سے مجبور و لاچار ہو گیا ہو۔ اور اس کی طرف سے مایوس ہو کر انہیں ایک دوسری قوم کے دسترخوان کی چھوڑی ہوئی ہڈیوں پر للچانا پڑے۔ دنیا کو ایسے مذہب کی کیا ضرورت ہے جو صرف خطبۂ نکاح میں چند آیتیں پڑھ دینے سے یا بسترِ نزاع پر سورۂ یٰس کو دہرا دینے کے لئے کارآمد ہو سکتا ہے۔

ہمارے نزدیک اسلام کے دامنِ تقدیس پر اس سے بڑھ کر اور کوئی بدنما دھبہ نہیں ہو سکتا کہ انسانی حریت اور ملکی فلاح کا سبق

مسلمان دوسری قوموں سے لیں۔ اس بارے میں ہمارے خیالات الحمدللہ عام خیالات کی سطح سے بہت بلند ہیں اور گو موقع نہیں مگر ضمناً ان کی طرف اشارہ کردینا ضروری ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ جس طرح اسلام کا خدا اپنی ذات و صفات میں وحدہٗ لاشریک ہے کوئی ہستی اور وجود اس میں شریک نہیں ہے' اسی طرح اس کا قرآن بھی اپنی جامعیت اور کمالِ تعلیم میں وحدہ لاشریک ہے اور بالکل اسی طرح اس کا لانے والا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کمالِ انسانیت و تعبد اور قوتِ نبوت و اصلاح میں وحدہ لاشریک ان کی صفات و خصائص میں کوئی ان کا شریک نہیں

ع راہ نسبت طلبی ہیں کہ چہ شایان رفتم

پس ضروری ہے کہ جو امت اس خدائے واحد' اس قرآن واحد اس رسول واحد کے دامنِ تعلیم سے وابستہ ہو' وہ بھی اپنے اندر اس شانِ وحدت و یکتائی کا جلوہ رکھے۔ وہ بھی اپنے اعمالِ زندگی کی ہر شاخ میں وحدہ لاشریک ہوں۔ اس کے اعمال و خصائص بھی من رأنی فقد رئی الحق کی صدائے اتحاد سے غلغلہ انداز عالم ہوں تمام دنیا کی قومیں اس کے اعمال کا اتباع کریں زندگی کے ہر حسن و جمال میں اس کے خال و خط مرجع عالم کے لئے نمونہ اور اسوۂ اتباع بنیں

وکذالک جعلناکم وسطاً لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیداً

اور اسی طرح ہم نے تم کو معتدل امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے حق کی گواہی دینے والے ہو اور پیغمبر تمہارے سامنے۔

یاایھا الذین اٰمنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقاناً

مسلمانو! اگر تم اللہ کا خوف اپنے اندر پیدا کرکے متقی بن جاؤ گے تو وہ تمہارے لئے تمام دنیا میں ایک خاص امتیاز اور خصوصیت پیدا کردے گا۔

پہلی آیت میں لفظ شہداء کے یہی معنی ہیں کہ تمہارا وجود لوگوں کے لئے نمونہ بن جائے اور حق کی گواہی ہو جائے اور دوسری آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ ہم تمہیں ممتاز کردیں گے کہ تم لوگوں کے لئے نمونہ ہو گے اور وہ تمہاری پیروی کریں گے

جس کو اس صدائے الٰہی نے مخاطب بنایا ہو' اس قوم کے لئے اس سے بڑھ کر کیا بدبختی ہوسکتی ہے کہ وہ اپنی زندگی کی ہر شاخ میں غیروں کے لئے نمونہ بننے کی جگہ خود دوسروں کو اپنا کعبۂ مقصود اور قبلۂ اعمال بنا رہی ہے؟ سیاسی بحث تو ضمنی ہے ہمارا اصلی ماتم صرف اتنے ہی پر موقوف نہیں ہم کو تو یہ نظر آرہا ہے کہ آج مسلمانوں کے لئے تعلیم، اخلاق، معاشرت، سیاست بلکہ مدنی زندگی کی ہر شاخ میں ان کے لیڈر صرف اسی کو فرضِ رہنمائی سمجھتے ہیں کہ ان کے آگے دوسری قوموں کے اعمال پیش کریں' تہذیب و انسانیت کی ضرورت ہے تو مسلمان یورپ کی شاگردی کریں۔ پولیٹکل آزادی کی ضرورت ہے تو اپنی ہمسایہ قوموں سے بھیک مانگیں۔ پھر ہمیں بتلایا جائے کہ خود بدبخت مسلمانوں کے پاس بھی کچھ ہے یا نہیں؟ جو مسلمانوں کے رہنما قوم کے جلب قلوب کے لئے مذہب کے ذکر کو ناگزیر سمجھ کر اپنے شاندار اسٹیجوں پر مذہب' مذہب اور اسلام' اسلام پکارتے ہیں' قطع نظر اس کے کہ خود ان کی زندگی میں اس اسلام کا اثر کہاں تک موجود ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ انہوں نے کبھی قوم کو یہ بھی بتلایا ہے کہ زندگی کی ہر شاخ میں خود اسلام کا نمونہ کیا ہے؟ اور اگر نہیں بتلایا تو قوم کے لئے ایک مسیحی رہنما اور ایک مسلمان لیڈر میں کیا فرق ہے۔ سچ یہ ہے کہ وہ غریب تو خود جس متاع سے تہی دست ہیں' دوسروں کے آگے کیا پیش کریں۔

خفتہ را خفتہ کے کند بیدار

یہی بنیادی گمراہی ہے جس نے ملت کی ریڑھ کی ہڈی تک کو گھلا دیا ہے۔ مسلمان اگر مسلمان ہوتے تو سمجھتے کہ ان کے لئے خود ان کے سوا دنیا میں اور کوئی نمونہ نہیں ہو سکتا۔ اگر فی الحقیقت دنیا کی کسی قوم کے پاس کوئی عمدہ خیال، کوئی واقعی سچائی اور اچھا عمل پایا جاتا ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ بدرجہ اولیٰ اسلام میں موجود ہے۔ اور اگر نہیں ہے تو اس کی اچھائی بھی قابلِ تسلیم نہیں۔

اسلام کے معنی کی اصلی وسعت سے دنیا بے خبر ہے۔ اسلام تو اعتقاد و عمل کی ہر صداقت اور کائنات کے ہر حسن و جمال کا نام ہے۔ جہاں صداقت اور جمال موجود ہے تو یقین کرنا چاہئے کہ وہ اسلام ہے گو دنیا کو اس کی خبر نہ ہو اللہ اللہ! خدا مسلمانوں سے چاہتا ہے کہ مجھ کو نمونہ بناؤ اور میری صفاتِ کاملہ سے مشابہت پیدا کرو۔ تخلقوا باخلاق اللہ (الحدیث) یعنی اپنے اندر اخلاقِ الٰہی پیدا کرو اور آج مسلمان ہیں کہ انسانوں کو اپنا اسوۂ حسنہ بنائے ہوئے نعرہ تخلقوا باخلاق الافرنج یعنی آج انگریزوں اور فرنگیوں کو اپنا اسوہ بناکر ان کے اخلاق اپنا رہے ہیں اور اگر کوئی ان کی نقالی بن آتی ہے تو انا الافرنج کا نعرہ لگاکر اس قدر نازاں ہوتے ہیں کہ حسین بن منصور کو انا الحق پر بھی اتنا ناز نہ ہوگا

کذلک الرجس علی الذین لا یؤمنون (الآیۃ) یعنی جو لوگ دولتِ ایمان سے محروم ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے سراپا نجاستوں اور پلیدیوں میں گھیر رکھا ہے۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمان جس قدر اصلاح کی طرف قدم بڑھاتے ہیں اتنا ہی ضلالت و گمراہی ان سے قریب تر ہوتی جاتی ہے۔ وہ جس قدر ترقی پکارتے ہیں اتنی ہی تنزل تنزل کی آواز سنائی دیتی ہے وہ گویا دلدل میں پھنس گئے ہیں۔ جس قدر زور کرتے ہیں اتنا ہی پاؤں اور دھنستا جاتا ہے یا ان کے رشتۂ فلاح میں بدبختی کی گرہ پڑ گئی ہے جس قدر کھینچتے ہیں وہ اور زیادہ کستی جاتی ہیں۔ ان کی حالت یہ ہو گئی ہے کہ "اوکظلمت فی بحر لجی یغشاہ ومن لم یجعل اللہ لہ نوراً اذا اخرج یدہ لم یکد یراھا فمالہ من نور" (۲۴ : ۴۰)

محمد سلیم قریشی

اسلام اور سوشلزم

سوشلزم کے مضرات اور اسلام کے فوائد

اسلام تمام ازموں سے اعلیٰ و ارفع ہے

شخصی طرزِ حکومت

ایک عرصہ سے بعض بڑے بڑے اربابِ فکر اس دھن میں لگے ہوئے ہیں کہ انسانوں کے لئے کچھ ایسے قاعدے اور کچھ ایسے اصول بنا دیں جن پر عمل کرنے سے انسان نہایت امن و سکون کی زندگی بسر کر سکیں۔ آپس کی جنگ اور خونریزی کا خاتمہ ہو جائے۔ مسرت اور اطمینانِ قلب ہر شخص کو حاصل ہو۔ بڑی مدت کے غور و خوض کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اگر کبھی ایسی حالت رونما ہو سکتی ہے تو صرف سلطنتوں کی اصلاح ہی سے رونما ہو سکتی ہے، اس لئے انہوں نے اپنی تمامتر توجہ طرزِ حکومت اور ملک کے نظم و نسق کی جانب منعطف کر دی۔ ان کی نگاہوں کے سامنے حکومتوں کے بہت سے مختلف نمونے موجود تھے۔ مثلاً ایک خاندان کسی زمانہ میں کسی اتفاق کی بدولت یا اپنی کوشش کے ذریعہ سے بادشاہی میسر آگئی تھی اور وہ نسلاً بعد نسلاً حکومت چلی آ رہی ہے۔ اس قسم کے خود مختار فرمانرواؤں کے متعلق تاریخ انہیں یہ بات بھی بتا چکی تھی کہ وہ ایک انسانی فرد جسے قسمت تختِ سلطنت تک پہنچا دے خدائی کا دعویٰ کرنے لگتا ہے اور ملک کا نظام اور قوم کی خدمت کرنے کی بجائے وہ اپنے آپ کو تمام رعایا کی جان و مال کا حقیقی مالک خیال کرتا ہے۔ اس کے اشارۂ ابرو پر صدہا انسانوں کے سر قلم کر دیے جاتے ہیں۔ اس کی زبان ملک کے قانون کی کتاب ہوتی ہے۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے اور حق و انصاف اس کے دل میں قطعاً نہیں ہوتا۔

جمہوریت :-

اس شخصی طریقہ حکومت سے بہتر ایک اور طریقہ بھی ان حکماء کے پیش نگاہ تھا جسے جمہوری طرزِ حکومت کہا جاتا ہے اور جس میں ملک کے کسی ایک فرد کو باقی باشندوں پر کوئی خاص اختیار حاصل نہیں ہوتا، بلکہ پورے ملک کو ایک بہت بڑا سا گھر اور پوری قوم کو ایک بہت بڑا کنبہ فرض کر کے اس کنبہ میں سے تھوڑے سے "لائق" اور عقلمند آدمیوں کو چن لیا جاتا ہے اور ملک کے تمام انتظامات اسی منتخبہ جماعت کے ہاتھ میں دے دیئے جاتے ہیں، گویا اس طرح اس طرزِ حکومت کا منشا یہ ہے کہ اپنے ملک کا انتظام خود قوم کے لئے اپنے ہاتھ میں ہو اور جو قانون بنیں وہ باشندگانِ ملک کی اپنی مرضی سے بنیں اور کسی ایک شخص کو دوسروں پر غیر معمولی اختیارات حاصل نہ ہونے پائیں۔ یہ طریقۂ حکمرانی یقیناً بہت کچھ اطمینان بخش ہو سکتا تھا اگر اس میں سے خرابیاں نہ پیدا ہو جائیں، لیکن حکماء اور عقلاء نے دیکھا کہ فساد فی الارض اور مسلک دم کے شیدائی انسانوں نے اس بظاہر معقول طریقہ حکومت میں بھی کچھ ایسی صورتیں نکال ہی لیں کہ جن کی بدولت ایک آدمی نہ سہی چند آدمی باقی ماندہ اہلِ ملک کے آقا اور مالک بن جائیں اور مٹھی بھر صاحبانِ زر کی غلامی تمام اربابِ قوم کو کرنی پڑے۔ ایسے تمام ملکوں میں کہ جہاں حکومت کا طرز جمہوری تھا دولتمندوں اور سرمایہ داروں نے اپنی قابلیت حبِ قوم اور اپنے علم و فضل کی بناء پر نہیں بلکہ محض اپنی دولت کے زور سے اپنے آپ کو ان انجمنوں کا ممبر منتخب کرانا شروع کر دیا کہ جن کے ہاتھوں میں ملکوں کی حکومت کی باگ ڈور دی جاتی تھی اور اس طرح تھوڑے ہی عرصہ میں تقریباً ہر جمہوری سلطنت فی الاصل سرمایہ کی حکومت بن گئی، جن کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ جس طرح بھی بنے غریبوں اور مزدوروں کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا جائے اور اس قسم کے قانون بنا دیے جائیں جن کی وجہ سے سرمایہ داروں کا زور کبھی نہ ٹوٹ سکے۔

سرمایہ داروں نے جب اپنی فریب کاریوں سے ایک نہایت اچھے طرزِ حکومت کو بھی ظلم و استبداد کا آلہ بنا لیا اور اس طرح حکماء اور فلاسفروں کی محنت پر پانی پھیر دیا تو شاید انہیں بھی غصہ آگیا اور انہوں نے "تنگ آکر" یہ فتویٰ صادر کیا کہ سرمایہ اور سرمایہ دار دونوں کو ختم کر دو، تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ایک مرتبہ جب ہر ایک قوم اپنے سرمایہ داروں کو فنا اور ان کے سرمایہ کو تباہ کر دے گی تو شاد و

گئا اور امیر و فقیر سب ایک سطح پر آ جائیں گے۔ سچی مساوات کا دور دورہ ہوگا اور حقیقی اخوت قوموں میں رونما ہو جائے گی۔ لیکن اپنے جوش میں وہ اس بات کو بھول گئے کہ اس طرح سرمایہ دار جو فنا ہوں گے اور غریب لوگ آج ان سرمایہ داروں کو لوٹ کر کل خود سرمایہ دار بن بیٹھیں گے اور معاملہ جوں کا توں رہ جائے گا۔ بہرحال فرانس، جرمنی اور رکیمونزم وغیرہ کے نام سے جو نیا مسلک قائم ہوا تھا اس کی صدا پر سب سے پہلے روس نے لبیک کہا جہاں حقیقتاً سرمایہ داروں نے غریبوں کی زندگی دشوار کر رکھی تھی۔ یہ نیا مسلک جس نے ناداروں اور غریبوں کو موقع دیا تھا اپنے صدہا سال کے دبے ہوئے جذباتِ انتقام کو دل کھول کر پورا کیا۔ ایک طوفان بد تمیزی تھا جس نے تمام ملک میں اس سرے سے اس سرے تک ایک آگ سی لگا دی۔ بڑے بڑے شاندار مکان جلا کر خاکستر کر دیئے گئے۔ بہت سے ناز و نعم میں پلے ہوئے نواب اور امیر یا تو تہ تیغ ہوئے یا جیل خانوں میں بھر دیئے گئے۔ لاکھوں کروڑوں روپے کی مالیت کا سامان تعیش نذر آتش ہو گیا اور خود زار روس کو جو اس ملک کا خود مختار فرمانروا تھا اس کو بھاگ کر اپنی جان بچانی پڑی۔ سڑکوں پر خون کے چھینٹے اور گلیوں میں خون کی ندیاں دیکھ کر

سوشلزم اور اس کے مضرات

ارباب غور و فکر کے دل دہل گئے اور بروقت تمام ان خونریزیوں کو بند کرا کے انہوں نے اشتراکیت یا کمیونزم کی ایک اصلاح پذیر صورت ایجاد کی اور اس کا نام سوشلزم یا اشتمالیت رکھا اور بہترین انسانی دماغوں کا ایجاد کردہ یہ مذہب اب عالمگیر ہر دلعزیزی حاصل کرتا جا رہا ہے۔ کمیونزم کی طرح یہ بھی سرمایہ کا تو شدید ترین مخالف ہے۔ لیکن یہ اس بات کا حامی نہیں ہے کہ موجودہ سرمایہ داروں سے دولت چھین کر غرباء پر تقسیم کر دی جائے۔ وہ ایک ایسا نظام کار پیش کرتا ہے جس کے مطابق آہستہ آہستہ ایک عرصہ دراز میں وہ تمام املاک و جائیداد جو سرمایہ داروں اور دولتمندوں کے قبضہ میں ہے ان کے قبضہ سے نکل کر حکومتِ وقت کی ملکیت میں آ جائے۔ سوشلزم اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ اللہ تعالٰے کی زمین پر لوگ الگ الگ بطور خود قبضہ کر کے بیٹھ جائیں بلکہ وہ اس بات کا حامی ہے کہ ملک کی تمام زمین پوری قوم کی ملکیت ہو اور حکومت وقت اس میں ہر شخص کو بحصہ مساوی اس کی ضرورتوں کے مطابق دیدے۔ اسی طرح تجارت اور صنعت و حرفت میں بھی یہی بات ہے۔ مختصر یہ کہ سوشلزم ہر قوم اور ہر ملک میں ایسی حالت پیدا کر دینے کا خواہشمند ہے کہ امیری، سرمایہ داری، غریبی، مزدوری میں فرق و امتیاز کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جائے۔

عقلاء دہر کا یہ تخیل بہت بلند اور ان کے بتائے ہوئے یہ اصول بہت ہی اچھے اور قابل قبول سہی، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اس قسم کی تعلیم دے کر سوشلزم نے خود ہی بیگانگی اور منافرت کی اس خلیج کو اور زیادہ وسیع نہیں کر دیا ہے جو سرمایہ دار اور مزدوروں کے درمیان پہلے ہی سے حائل تھی، اور کیا ایسی صورت میں کہ جب ایک ہی ملک کے اندر دو جماعتیں سکونت پذیر ہوں اور ان میں سے ہر ایک اس کوشش میں لگی ہو کہ دوسری کو فنا کر دے کسی طرح بھی ممکن ہے کہ وہ کبھی نہ کبھی آپس میں متصادم نہ ہوں اور کشت و خون کی نوبت نہ آئے۔ غریبوں اور مزدوروں کو سرمایہ داروں کے خلاف ابھارنا اور پھر یہ توقع کرنا کہ جنگ و خونریزی کے بغیر آہستہ آہستہ تمام قوم اس نئے مذہب کو قبول کرے گی اور سرمایہ داری کا خاتمہ ہو جائے گا؟

یہ سب دیکھ لینے کے بعد کہ جمہوریت کمیونزم اور سوشلزم اور اسی قسم کے خدا جانے کتنے ازم جو عالی ترین انسانی دماغوں کی پیداوار تھے سب کے سب اس حالت کے پیدا کرنے میں ناکام رہ چکے ہیں اور رہیں گے۔ جسے سچی اخوت اور مساوات کہا جا سکے کیمونزم ہو یا سوشلزم ان کا سب سے بڑا نقص اور ان کی ناکامی کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ ان کی بنیاد باہمی محبت پر ہونے کے بجائے باہمی منافرت پر ہے۔ وہ ہمیں یہ تو تعلیم دیتے ہیں کہ امیر و غریب کی تفریق مٹا کر سب کو ایک سطح پر آ جانا چاہیئے، لیکن اس مقصد کے حصول کا ذریعہ انہوں نے یہ رکھا ہے کہ غریبوں اور مزدوروں کے دل میں امیروں اور سرمایہ داروں کی طرف سے نفرت قائم کر دی جائے۔

خدائی نظام اور اسلام کا مقصد

اسلام کا مقصد اولیں بھی یہی ہے کہ وہ نسل و رنگ اور دولت غرضیکہ ہر قسم کی تفریق کو مٹا کر کان الناس امۃ واحدۃ کا سبق سکھانا چاہتا ہے، لیکن اس طرح نہیں کہ غریب امیروں سے اور امیر غریبوں سے خائف ہو جائیں۔ وہ سب سے پہلے اس شخص کو کہ جو اس کے اصولوں کا پیرو ہے اس حقیقت سے آگاہ کرتا ہے کہ تمام انسان ایک ہی کنبہ اور ایک ہی برادری ہیں۔ گورے کو کالے پر اور امیر کو غریب پر اور اونچی ذات کو نیچی ذات پر کوئی برتری اور کوئی تفوق حاصل نہیں ہے اور اس کے بعد وہ انہیں یہ سبق دیتا ہے کہ جتنے لوگ خدا اور اس کے رسول علیہ السلام پر ایمان لانے والے ہیں وہ سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اسلام صرف ایک اسی غلامی کو مٹانے کی کوشش نہیں کرتا جس میں ایک انسان دوسرے انسان کو تھوڑے سے روپوں کے بدلے میں خرید لیتا ہے بلکہ یہ ہر قسم کی محکومی اور غلامی کو فنا کرنے کا بیڑہ اٹھاتا ہے اور صرف ایک خدا کے

باقی ۲۲ پر

اسلام سے قبل جاہلیت، عہدِ کسریٰ اور اسلام کا پاکیزہ معاشرہ

غلام اکبر سلیمانی

دینِ اسلام نورِ علم کا مطلعِ اعظم ہے اور قرآن مجید اس کے تمام علوم و معارف کا گنجینہ کبریٰ ہے۔ دینِ اسلام نے اپنے جس پیام سے دنیا کے ظلمت کدہ کو بقعۂ نور بنا دیا وہ یہی قرآن مجید تھا۔ اسی کے نورِ عالم نے دنیا کے صدیوں کی ظلمت و جہالت کو ہدایت کی روشنی سے بدل دیا۔ اسی کی اعلیٰ اور پاک تعلیم نے چند دماغوں میں وہ نورانیت اور دلوں میں وہ ضیائے عرفان بھر دی کہ انہوں نے دنیا کی جس سمت کا رخ کیا، جہالت اور کفر کے لشکر ان کے لیے میدان خالی کرتے چلے گئے، یہاں تک کہ کفر نے دم توڑ دیا اور اسلام پوری دنیا پر غالب آگیا اور ان قدسیوں کی یہ مٹھی بھر جماعت زہد تقویٰ اور پاکیزگی میں دنیا کے لیے نمونہ اور مشعلِ راہ بن گئی۔

آج سے چودہ سو سال قبل صحرائے عرب سے ایک آواز بلند ہوئی تھی جس نے دنیا کو مساوات اور اخوت کا ایک پیغام سنایا۔ صدیوں پرانے بتوں کو توڑ کر ایک خدا کی عبادت کی دعوت دی۔ ایک صحت مند معاشرہ کی بنیاد ڈالی جس میں ہر انسان بلا رنگ و نسل ایک دوسرے کا بھائی بن گیا۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کا جو آخری پیغام عرب کے باشندوں کو دیا وہ ایک انقلابِ عظیم ثابت ہوا، اور وہ جغرافیائی حدود سے نکل کر تمام عالم انسانیت میں پھیل گیا اور آج بھی کائنات کے گوشہ گوشہ میں گونج رہا ہے۔ یہ پیغامِ حق کوئی ایسا انقلاب نہ تھا جیسے کسی مادی وسائل کی ضرورت ہو۔ یہ ایک روحانی انقلاب تھا جس نے لوگوں کے اندازِ فکر اور نظریات تبدیل کر دیے۔ سینکڑوں خداؤں کی پرستش کرنے والوں نے اپنے بُت توڑ ڈالے۔ رنگ و نسل کی دیواریں منہدم ہوگئیں۔ قیصر و کسریٰ کے منارے گر گئے، دلوں کی کدورتیں دُور ہوگئیں اور قلب نورِ ایمان سے منور ہوگئے۔ یہ انقلاب مکہ سے اٹھا اور پوری دنیا پر چھا گیا۔ اس انقلابِ عظیم نے انسانوں کو ایک ضابطۂ حیات بھی دیا جو زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے۔ معاشرہ کی تشکیل، احکام خداوندی کا اجرا، تجارت، شادی بین دین کے اصول، حرام و حلال کی تمیز، عبادات، والدین، پڑوسیوں اور اولاد کے حقوق، امن و جنگ کے قوانین غرضیکہ سب کچھ اس میں شامل ہے۔

اس جامع اور ہمہ گیر دینِ خداوندی کے مطابق مدینہ میں ایک چھوٹی سی ریاست کی بنیاد رکھی گئی اور یہ چھوٹا سا معاشرہ ایک مثالی معاشرہ بن گیا۔ آج بھی ساری دنیا بالخصوص اسلامیانِ عالم کے لیے یہ پاکیزہ معاشرہ ایک قابلِ تقلید مثال ہے۔ اس معاشرہ میں تمام پرانی اقدار یعنی دولت جاہ و حشم کثرت تعداد اور نسلی فضیلت کے بجائے صرف ایک معیار مقرر کیا گیا کہ خدا کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ قابل ... زیادہ پرہیزگار ہے۔ اس بنیادی اصول نے جس معاشرہ کی بنیاد ڈالی وہ یقیناً تمام آلائشوں سے پاک تھا۔

اسلامی معاشرہ میں جہاں روحانی کثافتوں سے پاکیزگی کی اہمیت کو بتایا گیا ہے وہاں جسمانی آلائشوں سے بھی باز رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ طہارت کو نصف ایمان کہا گیا ہے۔ اس معاشرے کی خصوصیات مساوات عدل صلہ رحمی، اخلاق کی بلندی اور ایثار ہیں۔ نیز اسلامی تعلیمات میں بے راہ روی کے سدباب کے لیے ایک ضابطۂ اخلاق موجود ہے۔ کہیں حرام و حلال میں تمیز بتائی گئی ہے، کہیں کہا گیا ہے کہ شراب، جوا وغیرہ شیطانی اعمال ہیں ان سے بچو، کہیں نیک اعمال اور فرائض کی ایمانداری سے انجام دہی کا حکم دیا گیا ہے۔ شادی اور طلاق کے اصول متعین کر دیے گئے ہیں۔ رشوت، ذخیرہ اندوزی، چوری، غیبت اور حسد کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ تجارت کے اصول متعین کر دیے گئے ہیں، کہیں ناپ و تول میں برابری کا حکم دیا گیا ہے اور کمی بیشی سے روکا گیا ہے۔ ایک پاک معاشرہ کی تشکیل میں معیشت کے دو اور زریں اصول اسلام کا طرۂ امتیاز ہیں۔ ایک نظام زکوٰۃ اور دوسرا سُود کا حرام قرار دیا جانا۔ زکوٰۃ ایک ایسا اسلامی فریضہ ہے جو اہل ثروت سے وصول کر کے غریبوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور اس کا مقصد دولت کو گردش میں رکھنا ہے تاکہ دولت چند ہاتھوں میں جمع ہو کر نہ رہ جائے۔ دولت کا یہ

قاری حبیب اللہ انور
مدرس و امام جامع مسجد فاروقیہ کمالیہ

فتح مکہ اور اس کے اسباب و علل

— ایک تاریخی حقیقت —

فتح مکہ معظمہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بعثت کے بعد اوّلین فریضہ خالص توحید کی طرف لوگوں کا مائل کرنا اور حرم کعبہ کو بتوں کی آلائش اور غیر خدا کی یاد سے پاک کرنا تھا، مگر قریش کے بار بار حملوں اور تمام عرب کی دشمنی نے اکیس سال تک اس غرض سے روکے رکھا۔ صلح حدیبیہ کی وجہ سے تھوڑے دنوں تک امن و امان قائم ہوگیا تھا، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معہ اصحاب رضی اللہ عنہم ایک بار حرم شریف کی زیارت کرسکے، مگر اسلام اتنا قوی نہ ہوا تھا کہ اس فرض کو ادا کرسکتے۔ اب وقت آ گیا تھا کہ حرم کعبہ کو غیر اللہ کی یاد سے روک دیں اور اس کو بتوں کی آلائش سے پاک کردیں۔

صلح حدیبیہ کی بنا پر قبیلہ خزاعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیف ہوگیا تھا اور بنو بکر نے قریش سے دوستی کا معاہدہ کرلیا تھا۔ ان دونوں قبیلوں میں آپس میں سخت دشمنی تھی۔ بنو بکر نے اس وقت کو غنیمت سمجھ کر قبیلہ خزاعہ پر حملہ کردیا، اور قریش نے ان کو مدد دی۔ بنو خزاعہ نے مجبور ہوکر حرم محترم میں پناہ لی، مگر بنو بکر نے حرم محترم کا بھی احترام نہ کیا اور وہیں بنو خزاعہ کا خون بہایا۔ بنو خزاعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فریادی ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعات سُنے تو سخت رنج ہوا اور آپ علیہ السلام نے بنی خزاعہ سے معاہدے کی پابندی مظلوم کی داد رسی اور حلیف قبیلہ کی آئندہ حفاظت کے لیے قریش پر مدافعانہ حملہ کا ارادہ کیا اور اس بات کی احتیاط کی گئی کہ اہل مکہ کو خبر نہ ہو۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔ انہوں نے قریش کو ایک خفیہ خط لکھ بھیجا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی تیاری کر رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اس واقعہ کی اطلاع ہوگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ قاصد سے وہ خط چھین لائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وہ خط پیش ہوا تو سب کو حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے اس فعل پر سخت حیرت ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بے تاب ہوگئے اور عرض کیا کہ حکم ہو تو ان کی گردن اڑا دوں۔ رسول اللہ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا یہ بدری ہیں۔ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ایسا کیوں کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے اس کا تو یقین ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ فتح دے گا، مگر میرے عزیز اب تک مکہ میں ہیں اور ان کا کوئی حامی و مددگار نہیں ہے۔ میں نے چاہا کہ قریش پر ایک احسان کردوں تاکہ وہ میرے عزیزوں کو نقصان نہ پہنچائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عذر کو قبول فرما کر معاف کردیا۔

۱۰ رمضان المبارک ۸ھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم معہ دس ہزار آراستہ فوجوں کے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ قبائل راہ میں آ آ کر ملتے جاتے۔ مرالظہران جو مکہ مکرمہ سے قریب ہے وہاں لشکر نے قیام کیا۔ فوجیں دور دور تک پھیل گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تمام فوجی دستے الگ الگ آگ روشن کریں۔ قریش نے یہ عظیم الشان لشکر کو دیکھا تو ابی سفیان وغیرہ کو خبر لینے کے لیے بھیجا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کی نگرانی کے لیے فوج کا جو دستہ تھا اس نے ابی سفیان کو دیکھ لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جلدی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کفر کی قوت مٹانے کا وقت آگیا ہے۔ حکم ہو تو ان کی گردن اڑا دوں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جان بخشی کی درخواست کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تمام قصور کو دل سے معاف کردیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی درخواست قبول کرلی، حالانکہ مدینہ پر بار بار حملے ان کی وجہ سے ہوئے تھے اور تمام عرب

کو اسلام دشمنی کے لئے انہوں ہی نے ابھارا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش انہوں نے ہی کی تھی، مگر حضور رحمت اللعالمین تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دریائے رحمت کے سامنے تمام خس و خاشاک بہہ گئے۔ اس رحم و کرم کا اثر یہ ہوا کہ حضرت ابوسفیانؓ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔

لشکر اسلام جب مکّہ کی طرف بڑھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے ارشاد فرمایا کہ ابوسفیانؓ کو پہاڑی کی چوٹی پر لے جا کر کھڑا کر دو تاکہ افواج الٰہی کا جلال اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ کچھ دیر کے بعد قبائل عرب کی فوجیں آگے بڑھیں، سب ہتھیاروں سے آراستہ تھے تکبیر کے نعرے لگاتے ہوئے چلے۔ ابوسفیانؓ پر ہر دفعہ قوت الٰہیہ کا رعب طاری ہو جاتا تھا۔ جب انصار کا قبیلہ نہایت تیاری سے نکلا تو ابوسفیانؓ نے متحیر ہو کر پوچھا کہ یہ کونسا دستہ ہے حضرت عباسؓ نے فرمایا انصار کا۔ جب انصار کے علم بردار حضرت سعد بن عبادہؓ علم لئے ہوئے سامنے سے گزرے تو ابوسفیانؓ کو دیکھ کر پکار اٹھے کہ آج گھمسان کی لڑائی کا دن ہے آج کعبہ کو حلال کر دیا جائے گا۔

سب سے آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری مع افواج کے گزری جس کے علمبردار حضرت زبیر بن العوام تھے اور ابوسفیانؓ کی نظر جمال مبارک پر پڑی تو انہوں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عبادہؓ کا کلام سنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سعد بن عبادہؓ نے جوش میں یہ بات کہی ہے۔ آج کعبہ کی عظمت کا دن ہے۔ مکّہ پہنچ کر آپؐ کی فوج کا جھنڈا مکہ کی فضاؤں میں لہرا دیا گیا۔ حضرت خالدؓ بن ولید کی فوج کو مکّہ کے بالائی حصّہ کی طرف جانے کا حکم دیا گیا تھا۔ اعلان کیا گیا کہ:

- جو شخص ہتھیار ڈال دے، یا
- جو ابی سفیانؓ کے یہاں پناہ لے لے یا
- جو دروازہ بند کر کے اپنے گھر میں بیٹھ جائے اس کو پناہ دی جائے گی۔ باوجود اس

کے قریش کے ایک گروہ نے مقابلہ کے ارادہ سے حضرت خالدؓ کے دستہ پر تیر برسائے جس سے دو صحابی کرز بن جابر فہریؓ اور حبیش بن اشعرؓ شہید ہوئے۔ حضرت خالدؓ نے مجبوراً جوابی حملہ کیا۔ یہ لوگ تیرہ لاشیں چھوڑ کر بھاگے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ ابتدا مخالفین کی طرف سے ہوئی تو فرمایا قضائے الٰہی یہی تھی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام خیف پر قیام فرمایا اور خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے جہاں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اس سے ایک ایک بت کو قرآن مجید کی یہ آیت جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل کان زهوقا پڑھ پڑھ کر اشارہ کرتے جاتے۔ یہ سارے بت سر کے بل گرتے جاتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ سب بت نکلوا لئے جائیں۔ حضرت عمرؓ نے سارے بتوں کو نکلوایا اور خود اندر جا کر خانہ کعبہ کی دیواروں پر جس قدر تصویریں تھیں ان کو بھی مٹا دیا۔ جب حرم محترم آلائشوں سے پاک و صاف ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن طلحہؓ سے جو کلید بردار تھے کنجی طلب کی اور دروازہ کھلوایا۔ پھر حضرت بلالؓ اور حضرت طلحہؓ کو ساتھ لے کر اندر داخل ہوئے اور نماز ادا کی۔ اس سے فراغت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس کا مفہوم یہ تھا

ایک خدا کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کیا۔ اس نے اپنے بندہ کی مدد کی اور تمام جتھوں کو تنہا توڑ دیا اور آج تمام مفاخر اور تمام قدیم خون بہا و مال کے بدلے میرے ان دونوں قدموں کے نیچے ہیں۔ بجز حرم کعبہ کی تولیت اور حجاج کا پانی پلانا اس سے مستثنیٰ ہے۔ اے قوم قریش! اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا فخر خدا نے مٹا دیا۔ تمام آدمی آدم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لوگو! میں نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے کہ آپس میں ایک دوسرے سے پہچان لئے جاؤ لیکن خدا کے نزدیک شریف وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو۔ خدا ہی جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کا بیچنا اور خریدنا حرام کر دیا ہے۔"

خطبہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع کی طرف دیکھا تو ان میں قریش کے وہ سردار بھی تھے جنہوں نے اپنا پورا زور اسلام کے مٹانے میں صرف کر دیا تھا۔ وہ بھی تھے جو حضورؐ سے سخت کلامی اور بدزبانی کرتے تھے۔ وہ بھی تھے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تیر چلائے تھے اور تلواروں سے حملہ کیا تھا وہ بھی تھے جنہوں نے آپ علیہ السلام کی راہ میں کانٹے بچھائے تھے، اور وہ بھی تھے جنہوں نے وعظ و نصیحت کے وقت آپ علیہ السلام کی ساق مبارک اور ایڑیوں کو لہولہان کیا تھا۔ وہ بھی تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کے پیاسے تھے۔ وہ بھی تھے جنہوں نے مدینہ منوّرہ پر بڑے بڑے حملے کئے تھے۔ وہ بھی تھے جو مسلمانوںؓ کو گرم گرم سیخوں سے داغتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

"تم کو کچھ معلوم ہے کہ میں تم سے آج کیا معاملہ کرنے والا ہوں۔"

ان لوگوں نے کہا: آپ شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کی اولاد ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا تثریب علیکم الیوم اذهبوا فانتم الطلقاء "آج تم پر کوئی الزام نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔"

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کو حکم دیا کہ وہ اپنی مملوکہ زمین اور مکانات سے دست بردار ہو جائیں۔ نماز کا وقت آگیا تو حضرت بلال رضؓ نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام صفا میں ایک بلند مقام پر بیٹھے۔ لوگ جوق در جوق آتے اور آپ کے دست مبارک پر بیعت اسلام کرتے۔ مرد بیعت کر چکے تو عورتوں نے بیعت کی۔ ان سے اس طرح بیعت لی گئی کہ پانی کا ایک پیالہ رکھا گیا۔ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس میں رکھ کر نکال لیا۔ پھر عورتوں نے اس پیالہ میں ہاتھ ڈال کر بیعت کی۔ ان عورتوں میں ہندہ بھی تھی جس نے حضرت حمزہؓ کو قتل کرایا تھا اور ان کا جگر چبایا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی بیعت اسلام لے لی اور اس کو کچھ نہیں کہا۔

فتح مکہ کے بعد مکہ معظمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام پندرہ دن تک رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب یہاں سے روانہ ہوئے تو حضرت معاذ ابن جبلؓ کو اس خدمت پر مقرر کر کے تشریف لے گئے کہ مسلمانوں کو اسلام کے متعلق مسائل اور احکام سکھائیں۔

فتح مکہ کے نتائج

اور اس کے اسباب و علل

فتح مکہ، جو صلح اور معافی سے ہزار درجہ بڑھ کر ہے، کے بعد اسلام لانے والوں کی تعداد کثیر در کثیر ہو گئی۔ اس کے چند اسباب و علل ہیں:

- بہت سے قبائل اسلام سے اس لئے رکے ہوئے تھے کہ وہ قریش کے ہم عہد تھے اور اسلام لانا بمنزلہ عہد شکنی کے تھا۔
- بہت سے قبائل اسلام سے اس لئے رکے ہوئے تھے کہ وہ قریش کے مقابلے میں بہت کمزور تھے، مگر ان کے تعلقات یا رشتہ داریاں قریش کے ساتھ وابستہ تھیں اور ان کا خیال تھا کہ اسلام لانے سے وہ تعلقات بھی منقطع ہو جائیں گے اور یہ لوگ قریش کے غیظ و غضب کے مورد بھی بن جائیں گے۔
- بہت سے قبائل کی رائے تھی کہ مسلمانوں کا مکہ پر قابض ہو جانا ہی صحیح نشان ان کی صداقت اور مقبول خدا ہونے کا ہو سکتا ہے کیونکہ سینکڑوں سال سے یہ قومی روایت ان میں چلی آتی تھی کہ مکہ پر کوئی ایسا شخص فتح نہیں پا سکتا جس کے ساتھ رب العلمین کی نصرت اور تائید نہ ہو۔
- بہت سے قبائل میں بہیوں بوڑھے ایسے بھی موجود تھے جنہوں نے فاتح یمن ابرہہ حبشی کے چالیس ہزار لشکر جرار کو مکہ پر حملہ آور ہوتے دیکھا تھا۔ اس لشکر میں ہاتھی بھی تھے اور یہ بھی دیکھا تھا کہ اہل مکہ ان کے ڈر سے گھروں کو چھوڑ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے تھے اور شہر میں ایک بھی آدمی حملہ آور فوج کا مقابلہ کرنے والا نہ رہ گیا تھا۔ بایں ہمہ انہوں نے دیکھا تھا کہ فوج خستہ اور برباد ہوئی اور سردار فوج تباہ و خراب، نہ تو فوج بچی اور نہ ہاتھی بلکہ سب کے لاشے مکہ سے قریب پڑے سڑ رہے تھے۔

الغرض جب مکہ پر مسلمانوں کا ایسی کامیابیوں اور آسانی کے ساتھ قبضہ ہوا تو اسلام لانے والوں کو سامنے سے معاہدات کی روک اٹھ گئی۔ قریش کا دباؤ بھی جاتا رہا اور مسلمانوں کا مقبول خدا ہونا بھی انہوں نے اپنے مقرر کردہ معیار کے موافق دیکھ لیا اور ان وجوہ سے اسلام لانے والوں کی تعداد میں غیر معمولی کثرت پیدا ہو گئی۔

سب سے آخری وجہ یہ ہے کہ اب اسلام کی حقیقت کے سمجھانے اور اسلام کی تبلیغ کرنے میں مبلغین اسلام کے سامنے کوئی روک ٹوک اور دقت باقی نہیں رہی تھی۔ واعظ آزادی سے اسلام کی منادی کراتے تھے۔ سامعین آزادی اور اطمینان سے اسلام کا وعظ سنتے تھے اور اسلام کی کشش کامل لوگوں کو اپنی جانب خود بخود کھینچ لیتی تھی۔ بایں ہمہ اس واقعہ سے ان لوگوں کی بھی تردید ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا حالانکہ اسلام اخلاق اور عفو کے زور سے پھیلا ہے۔

بقیہ: اسلام کی جامعیت

ارتکاز جملہ اخلاقی اور سماجی برائیوں کی جڑ ہے۔ اسی طرح اسلام کے پاکیزہ معاشرہ میں سود کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ جو لوگ سود کھاتے ہیں، وہ (قیامت میں قبروں سے) اس طرح کھڑے ہوں گے جیسے شیطان لپٹ کر خبطی بنا دے۔ کچھ لوگ سود کو تجارت کی مانند سمجھتے ہیں حالانکہ تجارت کو خدا نے جائز قرار دیا ہے اور سود کو حرام۔

اسلام کے ضابطۂ اخلاق میں تمام برائیوں کا احاطہ کیا گیا ہے، ان پر پابندیاں لگائی گئی ہیں۔ نسلی امتیازات کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے، حسد کی ممانعت کی گئی ہے۔ منافقت کی سخت مذمت کی گئی ہے۔ ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے سے منع کیا گیا ہے۔ دوسروں پر بے جا شک کرنے سے روکا گیا ہے۔ غیبت کو مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جھوٹ کی مذمت کی گئی ہے۔ غرضیکہ اسلام ہر برائی سے منع کرتا ہے اور اس کو سختی سے روکنے کا حکم دیتا ہے۔

اسلام کے یہ روحانی اور اخلاقی ضابطے انسانیت کی معراج ہیں۔ اس آفاقی نظام حیات کا مقصد ایک پاکیزہ معاشرہ کی تشکیل ہے۔ آج عالم اسلام کو ان اصولوں کو اپنانے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

خط و کتابت کا پتہ ۔ منیجر ہفت روزہ ترجمان اسلام نولکھا رنگ محل لاہور۔

محمد خورشید عباسی

شیخ القرآن
مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ
حیات و تعلیمات

یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا فانی ہے۔ اور اس میں رہنے والی ہر جاندار شے کو موت آنی یقینی ہے۔ دنیا جب سے قائم ہوئی اس وقت سے اس میں انسانوں کی آمد و رفت جاری ہے اور قیامت تک یہی سلسلہ جاری رہے گا۔ دنیا میں بعض ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو قدرت کی طرف سے ایک نعمت اور عوام الناس کے لئے راہِ ہدایت کا وسیلہ بنتے ہیں۔

لیکن یہ بھی عیاں ہے کہ دنیا والے بے وفا ہوتے ہیں، اور ایسے لوگوں کی ان کی حیات میں تو کوئی قدر نہیں کرتے، لیکن جب وہ دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں تو یہ ان کی قبروں کی پوجا شروع کر دیتے ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ حق کی ہمیشہ اور ہر دور میں مخالفت کی گئی ہے، حتیٰ کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے سامنے دینِ اسلام کی دعوت پیش کی تو وہی لوگ جو اس سے قبل آپ علیہ السلام کو "صادق" اور "امین" کے القاب سے نوازتے تھے، ساحر و جادوگر، دیوانہ اور مجنوں کے نام سے پکارنے لگے۔

لیکن یہ بھی واضح ہے کہ حق ہمیشہ غالب ہو جایا کرتا ہے اور بالآخر مخالفین مغلوب بن کر رہ جاتے ہیں۔

آج جس ہستی کے لئے میں نے قلم اٹھانے کی جرأت کی وہ مردِ درویش، سیفِ بے نیام شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

مولانا مرحوم علاقہ چھچھ ضلع اٹک کے رہنے والے تھے۔ آپ نے جونا گڑھ کے داہیل مدرسے سے قرآن و سنت کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا حسین علیؒ بہت مشہور ہیں۔

مولانا کو تفسیر قرآن پاک پر مکمل عبور حاصل تھا۔ بالخصوص توحید و سنت کو سمجھانا آپ ہی کی خصوصیت تھی۔

حضرت شیخ القرآنؒ نے ساری عمر توحید اور سنت کی تبلیغ میں صرف کی۔ آپ نے ہمیشہ شرک و بدعت کے خلاف جہاد کیا۔

ہر سال ۲۲ رجب سے مولانا تفسیر القرآن پاک پڑھانا شروع کرتے تھے اور ۲۵ شعبان تک پڑھاتے تھے۔ آپ کے شاگردوں میں اندرون ملک کے علاوہ بیرون ممالک سے بھی بہت حضرات فیضیاب ہوئے۔ چھ گھنٹے مولانا کا درس ہوتا تھا اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا ابھی چھ منٹ بھی نہیں ہوئے —— رمضان المبارک میں مولانا کا یہ معمول ہوتا تھا کہ حافظ صاحب جب چار رکعت نماز تراویح مکمل کر لیتے تو مولانا ببر شیر کی طرح اٹھتے اور چار رکعت کے اندر حافظ صاحب نے جتنا پڑھا ہوتا، آپ اس کا خلاصہ بیان کر دیتے۔ اس طرح گویا رمضان شریف میں آپ اپنے نمازیوں کو پورے قرآن پاک کا خلاصہ سنا دیتے تھے۔

مولانا غلام اللہ خانؒ کو مدینہ طیبہ سے بہت عشق تھا اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے سات مرتبہ بیت اللہ شریف کا حج کیا اور روضۂ اقدس کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔

مولانا نے تحریک ختم نبوت میں نمایاں حصہ لیا۔ آپ کو قید و بند کی صعوبتیں اور ضلع بدر کی مصیبتیں برداشت کرنی پڑیں، لیکن حق کی آواز ہمیشہ اور ہر موقع پر بلند کرتے رہے۔ مجموعی طور پر مولانا نے بارہ سال تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

مولانا نے تحریک "نظام مصطفےٰ" میں بھرپور حصہ لیا اور جیل بھیجے گئے، جہاں آپ نے صرف قرآن و سنت کے نفاذ کے لئے جدوجہد کی۔

مولانا نے اشاعت توحید کے لئے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا اور مدرسہ دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی اور مدرسہ اشاعت الاسلام اٹک میں آپ نے ہزارہا طلبہ کو دینی تعلیم سے نوازا۔

باقی ص۱۸ پر

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی

مرتبہ محمد حسین اقبال
کنڈیاں

حضرت عزیر علیہ السلام

بہت سے برس گذر گئے۔ کئی نسلیں ختم ہو گئیں۔ موت نے بخت نصر کو بھی گھیر لیا، اس کی زندگی کا دور ختم ہوا اور بابل کے تخت پر ایک نرم مزاج بادشاہ بیٹھا جو سہولت کے ساتھ حکمرانی کرتا اور لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آتا۔ اس نے دیکھا کہ بنی اسرائیل کی ایک قوم ذلت کی بیڑیاں پہنے نہایت رسوائی کے ساتھ زندگی بسر کر رہی ہے اور روز و شب خواری میں مبتلا ہے۔ اس لئے لوگوں سے پوچھا کہ ان کا یہ کیا حال ہے۔ ان کی رسوائی کے کیا اسباب ہیں؟

انہوں نے جواب دیا کہ یہ لوگ یعقوب علیہ السلام کے رشتہ دار اور داؤد علیہ السلام کے پوتے ہیں۔ ملک شام میں رہتے تھے، ان کا ملک شیریں پانی کا سرچشمہ تھا جس پر کثرت لوگ جمع رہتے تھے، ملک آباد و سرسبز تھا، آپ کے باپ بخت نصر نے ان کے غرور کو خاک میں ملا دیا اور ذلیل کر کے انہیں علیحدہ علیحدہ گروہوں میں ادھر ادھر منتشر کر دیا اور ذلت و خواری میں ان کا وہ حال ہو گیا جس میں آپ انہیں مبتلا دیکھ رہے ہیں۔

شاہِ بابل کا رحم

ان باتوں نے شاہِ بابل کے دل پر بڑا اثر کیا۔ اس میں رحم و شفقت کے جذبات بیدار ہو گئے اور اس نے ان لوگوں میں منادی کرائی کہ تم لوگ اپنا انتشار دور کر کے مجتمع ہو جاؤ۔ اتفاق اور اتحاد پیدا کرو اور اپنے ملک کو اپنا مرکز بنا کر پھر سے متحد کاروبار میں لگ جاؤ۔ اب یہ لوگ اپنے وطن کو واپس ہو گئے۔ اللہ نے ان کی سابقہ حالت بحال کر دی اور انہیں مال و دولت اور اولاد وغیرہ دے کر مدد پہنچائی۔ کھیتی باڑی میں برکت عطا کی اور ان میں سرسبزی و خوشحالی کا دور دورہ ہو گیا۔

بنی اسرائیل کی شر پسندی

ان حالات کے بعد ان کا فرض تھا کہ جو کچھ ہو چکا تھا اس سے عبرت حاصل کرتے اور اللہ کی دی ہوئی نعمت کے عوض اس کا شکر ادا کرتے، مگر جن لوگوں کی فطرت میں شر ہی گھسا ہوا ہو، وہ بھلا خیر و فلاح کی طرف کہاں مائل ہوتے ہیں۔ جو لوگ یوسف علیہ السلام کو دکھ دے چکے تھے اور موسیٰ علیہ السلام کو ستا چکے تھے، وہ اطمینان و سکون سے کیا مانوس ہوتے اور اپنی سرکشی کی عادت کو کیسے بھلاتے۔ تھوڑے دن بھی نہ گذرے تھے کہ پھر اسی شر پسندی پر اتر آئے اور ظلم و سرکشی میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب ان کے درمیان زکریا اور یحییٰ علیہم السلام جیسے رحیم اور نیک طبیعت نبی اور رسول اٹھے تو انہوں نے دونوں کا خون کر دیا۔ گویا ان کے دل خون کے پیاسے تھے اور ان میں اور نبیوں میں کوئی انتقامی عداوت چلی آ رہی تھی جس کی وجہ سے وہ شر اور سرکشی کی طرف پھر لوٹ آئے۔ مکر اور انتقام کی عادت ان میں پھر پیدا ہو گئی، اس لئے جس طرح پہلے بخت نصر کو ان پر مسلط کیا گیا تھا اب اللہ نے جودرز کو مسلط کر دیا۔ اس نے بھی وہی باتیں دہرائیں جو پہلے ہو چکی تھیں۔ ان کی حکومت گئی، عبادتگاہیں ویران ہوئیں اور ہر راستے سے تباہی نازل ہوئی جس سے انکا شیرازہ بالکل درہم برہم ہو گیا۔ اللہ نے ان پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ذلت اور مسکنت کا سامان کر دیا اور وہ خدا کے غضب میں مبتلا ہو گئے۔

ذلک بانھم کانوا یکفرون
بایات اللہ ویقتلون الانبیاء
بغیر حق۔ ذلک بما عصوا
وکانوا یعتدون

یہ بات اس وجہ سے ہے کہ وہ اللہ کی نشانیوں سے انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ زیادتی کرتے تھے۔

حضرت عزیر علیہ السلام

ایک روز عزیر علیہ السلام ایک باغ میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ سرسبز و شاداب ہے۔ شاخیں پھلوں سے لدی ہوئی ہیں۔ بلبل چہچہا رہے ہیں۔ پرندے گا رہے ہیں انہوں نے گھڑی بھر باغ کی شان و شوکت کا نظارہ کیا اور اس سے لطف اٹھاتے رہے۔ پھر ایک ٹوکری انگوروں سے بھری دوسری انجیروں

سے بھری، تھوڑی سی روٹیاں ساتھ لے لیں اور اپنے گدھے پر سوار ہو کر گھر کا راستہ لیا۔ راستے میں وہ کائنات کے راز اور ہستی کی عظمت پر غور کرتے جا رہے تھے کہ راستہ بھول گئے۔ راہ میں جو نشانیاں پڑی تھیں ان کی طرف سے دھوکہ ہوا اور یہ ایک ویران گاؤں میں جا پہنچے، جہاں ہر طرف ٹیلے اور مٹے ہوئے مکانوں کے نشانات سڑی گلی ہڈیاں اور فرسودہ لاشیں پڑی ہوئی کسی بدنصیب قوم کی داستان دہرا رہی تھیں۔

مسئلۂ حشر و نشر

اور احیائے موتیٰ

پر غور و فکر

وہ اپنے گدھے سے اترے اور اس کے قریب وہ دونوں ٹوکریاں رکھ دیں، گدھے کو باندھ دیا اور اپنی پیٹھ دیوار سے لگا کر بیٹھ گئے تاکہ دل کو مطمئن کر کے اپنی فکر اور قوت سے دوبارہ کام لیں۔ پھر یہ مقام انہیں بڑا پسند آیا وہ نسیم (ٹھنڈی ہوا) سے آرام اٹھانے لگے اسی حالت میں انہوں نے عقل کی باگ ڈھیلی چھوڑ دی اور ان لاشوں کی نسبت سوچنے لگے کہ انہیں زندہ کر کے دوبارہ کس طرح منتشر کیا جائے گا۔ یہ جسم زمین کا جزو بن جانے اور ایسی خاک ہو جانے کے بعد جس پر ہر برسنے والا بادل خوب برستا ہے، کیسے جاندار ہو کر حشر میں اٹھائے جائیں گے۔ اس کے بعد ان کے خیالات ان ڈھیروں اور ٹیلوں میں گردش کرنے لگے، آنکھیں بند ہو گئیں اور انہوں نے ٹانگیں پھیلا دیں۔ نیند غلبہ پا گئی اور ایسا معلوم ہوا جیسے وہ بھولی قبروں میں جا ملے ہوں۔

حضرت عزیرؑ کی موت

اور دوبارہ زندگی

برسہا برس گذر گئے۔ بچے بوڑھے ہو گئے، لوگوں کی عمریں ختم ہو گئیں۔ کئی قومیں مٹ گئیں اور بہت سے عالیشان محل منہدم ہو گئے، مگر عزیرؑ اس درمیان میں جسم بے روح بنے وہیں پڑے رہے۔ ان کی ہڈیوں کے جوڑ جوڑ الگ ہو گئے تھے، جسم کا بند بند ٹوٹ گیا تھا۔ آخر اللہ کا حکم ہوا کہ اس قضیہ کا فیصلہ کر دیا جائے جس میں لوگ حیران تھے اور اس کا طریقہ ان کی سمجھ سے باہر اور ان کے درمیان اختلاف کا باعث بنا ہوا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ اس (مسئلہ حیات بعد موت) کی مثال کو اپنے ہاتھوں سے چھو لیں یا وہ ان کے محسوسات اور نگاہوں میں مجسّم ہو کر آ جائے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے عزیرؑ کی ہڈیاں جمع کیں، پیدائش کی ترکیب درست فرمائی اور اس بے جان لاشے میں اپنی روح پھونک دی دیکھتے ہی دیکھتے اس کی خلقی بناوٹ مکمل ہو گئی اور گوشت پوست میں قوت پیدا ہو گئی اور عزیرؑ اس طرح اٹھ کھڑے ہوئے جیسے نیند سے بیدار ہوتے ہوں۔ انہوں نے اپنا گدھا ڈھونڈھنا اور خورد و نوش تلاش کرنا شروع کر دیا۔

فرشتے سے سوال و جواب

فرشتہ آ کر ان سے پوچھنے لگا تمہارا کیا خیال ہے عزیرؑ! تم کتنا سوئے ہو گے؟

انہوں نے بغیر سوچے سمجھے جواب میں کہا "ایک دن یا دن کا کچھ حصہ سوتا رہا ہوں گا۔"

اس فرشتے نے پھر کہا "نہیں بلکہ تم ایک سو برس تک ان قبروں میں پڑے رہے ہو۔ تم پر پانی کی پھلوار اور ربوچھار پڑتی رہی ہے۔ تم پر ہوائیں چلتی رہی ہیں۔ اور اتنی طویل مدت اور پے در پے وقت گزرنے کے باوجود تمہارا کھانا ویسا ہی ٹھیک رہا اور تمہارے پینے کا پانی متغیر نہیں ہوا لیکن اپنے گدھے کو تو دیکھو۔ اس کی ہڈیاں الگ الگ اور رگ پٹھے علیحدہ علیحدہ ہو گئے ہیں اور اللہ جس کی شان بہت بڑی ہے تمہیں عنقریب دکھلا دے گا کہ وہ ان ہڈیوں میں جان ڈال کر انہیں کس طرح زندہ کر دیتا ہے، تاکہ حشر میں زندہ اٹھائے جانے کی نسبت تمہارا دل مطمئن ہو جائے اور آخرت کے دن سے متعلق تمہارا ایمان ترقی کرے اور وہ تمہیں لوگوں کے لئے ایک نشانی بنا دے تاکہ تم انہیں شک و شبہ کی تاریکیوں سے نکال دو اور ایمان کے جن طریقوں کا سمجھنا دشوار ہو انہیں ان پر واضح کر دو۔"

اب جو عزیرؑ نے مڑ کر دیکھا تو گدھا اپنی پوری نشانیوں اور علامتوں کے ساتھ چاروں ہاتھوں پیروں پر کھڑا نظر آیا، جس کے جسم میں زندگی کی شریانیں دوڑ رہی تھیں۔ حضرت عزیرؑ نے کہا أعلم ان اللّٰہ علی کل شیءٍ قدیر۔ (میں جانتا ہوں کہ بےشک اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام

اپنے گھر کی طرف

انہوں نے اپنا گدھا لیا اور اپنے گھر کا راستہ پہچاننا شروع کیا۔ اب پہلے کے تمام نشانات تبدیل ہو چکے تھے اور مکانات بدل گئے تھے۔ اس وقت وہ اپنے گزرے ہوئے زمانے کو اس طرح یاد کرنے لگے جیسے کسی دور دراز خواب کو یاد کر رہے ہوں یہاں تک کہ وہ اپنے مکان تک پہنچ گئے وہاں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک نہایت سن رسیدہ عورت رہتی ہے جس کی کمر جھک چکی ہے، بدن مرجھا چکا ہے مگر وہ لیل و نہار کے چکر کے باوجود ابھی زندہ ہے۔ اگرچہ اس کی نظر کمزور ہو چکی ہے۔ یہ حضرت عزیرؑ کی لونڈی تھی جسے عزیرؑ اس کی عین جوانی کے عالم میں چھوڑ گئے تھے۔ حضرت عزیرؑ نے اس عورت سے پوچھا:

کیا عزیرؑ کا مکان یہی ہے؟

رقت کی وجہ سے بڑھیا کی آواز گھٹنے لگی۔ آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔ اس نے کہا:

"عزیرؑ تو جا چکے۔ لوگ انہیں بھول بھی گئے۔ میں نے تو ایک مدت سے کسی کو عزیرؑ کا ذکر کرتے نہیں سنا۔ صرف آج ہی سن رہی ہوں۔

حضرت عزیرؑ کی لونڈی کی الجھن اور دعا کا مطالبہ

حضرت عزیرؑ نے کہا "میں ہی عزیر ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے مجھے سو برس مردہ رکھا، اب پھر زندگی بخشی ہے۔"

یہ بات سن کر بڑھیا کو الجھن ہوئی اور بظاہر اس نے عزیر کے دعوے کو سچ ماننے سے انکار کر دیا۔ پھر کہا: "عزیرؑ ایک بڑے نیک اور مستجاب الدعوات شخص تھے۔ جو دعا کرتے تھے قبول ہو جاتی تھی۔ وہ اللہ سے جس مریض کی شفا کے لئے بھی سفارش کرتے تھے اللہ تعالےٰ اسے شفا بخشتا تھا۔ اس لئے تم اللہ تعالےٰ سے دعا کرو کہ وہ میرے جسم کو ٹھیک کر دے اور کھوئی ہوئی بینائی کو لوٹا دے۔"

حضرت عزیرؑ نے اس کے کہنے کے مطابق اللہ سے دعا کی۔ یکایک بڑھیا کی آنکھوں میں بینائی لوٹ آئی اور چہرہ درخشاں نظر آنے لگا۔ بڑھیا نے عزیر کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا۔ پھر اسی وقت وہ بڑھیا بنی اسرائیل کی اس قوم کے پاس روانہ ہو گئی۔ ان لوگوں میں حضرت عزیرؑ کے بیٹے اور پوتے سب تھے ان میں سے کوئی اسی برس کا ہو چکا تھا اور کوئی سو پاس کے لگ بھگ تھا۔ انہیں میں ان کے دوست اور ساتھی بھی تھے جنہیں زمانے نے بوڑھا اور کمزور بنا دیا تھا۔ بڑھیا ان کے پاس پہنچ کر چلائی:

"جس عزیرؑ کو تم سو برس پہلے کھو بیٹھے تھے اللہ تعالےٰ نے انہیں ہٹا کٹا مرد بنا دیا ہے اور وہ پھر سے جوان ہو گئے ہیں۔

خاص نشان کی جانچ

اب جو حضرت عزیرؑ انہیں نظر آئے تو بڑے طاقتور سڈول اور ہاتھ پاؤں کے مضبوط تھے۔ اس لئے لوگوں نے ان کے بیان کو ماننے سے انکار کر دیا اور ان کی بات کو جھوٹ سمجھا تاہم انہوں نے عقل اور دلیل کے ذریعہ انہیں آزمانے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ حضرت عزیرؑ کے بیٹوں میں سے ایک نے کہا کہ میرے والد کے شانے میں ایک خاص نشان ہے جس سے وہ پہچانے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ اس کو دیکھنے کے لئے انہوں نے حضرت عزیرؑ کا شانہ کھولا۔ لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ پہچان حضرت عزیرؑ کے بیٹوں نے جس طرح بیان کی تھی اسی طرح موجود تھی۔ اس کا حال ان کے پوتے بھی سن چکے تھے، لیکن اس علامت کے دیکھنے کے بعد بھی انہوں نے چاہا کہ ان کے دلوں کو یقین اور اطمینان ہو جائے اور شک و شبہ کے آثار بالکل رفع ہو جائیں۔ اس ارادے سے ایک اور کہنے لگا: ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ جب بخت نصر نے بیت المقدس پر چڑھائی کی اور جس وقت تورات کے نسخے جلا دیئے اسوقت سے سوائے تھوڑے سے آدمیوں کے تورات کو حفظ کرنے والا کوئی نہیں۔ انہی تھوڑے سے آدمیوں میں عزیرؑ بھی ہیں۔ اگر آپ ہی عزیرؑ ہیں تو تورات کا جو حصہ آپ حفظ کرتے تھے اس میں سے ہمکو سنائیے۔ یہ سن کر حضرت عزیرؑ نے تورات انہیں پڑھ کر سنائی اس میں سے ایک آیت بھی نہ چھوڑی، نہ کسی جزو لفظ میں تحریف یا کمی بیشی کی۔ اب لوگوں نے حضرت عزیرؑ کی بات کی تصدیق کر کے ان سے مصافحہ کیا اور خوشی ظاہر کی، مگر ان کی شقاوت اور بدبختی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ ان تمام شواہد کے باوجود ان کے ایمان میں اضافہ نہیں ہوا بلکہ کفر اور بڑھ گیا اور یہ کہہ اٹھے کہ:

عزیر ابن اللہ (عزیرؑ اللہ کا بیٹا ہے)

اس طرح عزیرؑ کے مخاطبین نے خود اپنے ہادی اور مصلح کے ساتھ عقیدت میں غلو کیا اور راہ حق کو چھوڑ کر افراط و تفریط میں پڑ گئے۔

بقیہ شیخ القرآن

طلبہ کو آپ سے اسقدر عقیدت تھی کہ آپ کے اشارے پر وہ مر مٹنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ مولانا جہاں کہیں جلسے پر جاتے تو اہل بدعت آپ کو دیکھ کر خوف زدہ ہو جاتے۔ آپ نے اہل بدعت کے خلاف ہمیشہ آواز اٹھائی۔ مناظرے کئے اور انہیں للکارا، لیکن کسی کو آپ کے ساتھ مناظرہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ مولانا کی تعلیمات مختصراً یہ تھیں:

"خدا ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہی حاجت روا اور مشکل کشا ہے۔ اس کے سوا کوئی نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری پیغمبر اور اس کے بندے ہیں۔ آپ علیہ السلام کے بعد جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ پکا کافر ہوگا اور اس کے ماننے والے بھی کافر ہوں گے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کافر ہے اور اس کو کافر نہ سمجھنے والے بھی دائرہ اسلام سے خارج اور کفر میں داخل ہیں۔"

آپ نے اپنی ساری عمر انہیں تعلیمات کو عام کرنے میں صرف کی اور اپنی وفات سے ایک دن پہلے آپ نے دوبئی میں سیرۃ النبیؐ کے جلسہ میں شرکت کی اور توحید و سنت پر مدلل تقریر فرمائی۔

غصہ دفع کرنے کا طریقہ

جب کسی بھی شخص یا بات پر غصہ آ جائے تو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھے غصہ جاتا رہے گا۔ (الحدیث)

ڈاکٹر بشیر لغاری
ڈی۔جی۔خان

صدرِ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق کے نام

اسلامی نظام کا جلد نفاذ ہی ملک کی بقاء کا ضامن ہے

جنابِ صدر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین صرف اسلام ہے۔

۲۔ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔

۳۔ جو کوئی اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو اختیار کرنا چاہے گا، وہ دین ہرگز قبول نہیں کیا جاوے گا اور وہ آخرت میں ناکام و نامراد ہوگا۔ (آلِ عمران ۸۵)

جناب والا!

آپ کی بامعنیٰ پُر اثر تقریر سُنی، لیکن کاش ہم سب اہلِ وطن اس پر باعمل رہنے کا عہد کر لیتے۔

آپ ملکی حالات اور ہمارے ذہنوں سے زیادہ واقف ہو چکے ہوں گے۔ اس کے علاوہ یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ کسی نظامِ حیات یا قانون دو چیزوں کے زیرِ اثر آکر مؤثر یا رائج ہوتا ہے:

۱۔ خوفِ خدا، اور

۲۔ ڈنڈا شاہی

اسی طرح لوگوں کی بھی دو قسمیں ہو چکی ہیں:

۱۔ جو خوفِ خدا کی بدولت قانون کا احترام کرتے ہیں۔ ان لوگوں پر زیادہ دھیان دینے کی ضرورت نہیں۔ یہ لوگ خود بخود پابند ہو کر اپنی اصلاح کر لیتے ہیں۔

۲۔ ایسے لوگوں کی ہے جو ہر قانون یا بات کو ڈنڈا کی زبان میں ماننے پر جلد از جلد تیار ہو جاتے ہیں۔

جناب والا! یہاں پر میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ بزور ڈنڈا شاہی اسلامی قوانین کا نفاذ کریں، کیونکہ یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے اور ہمارے لئے باعثِ فخر بھی ہے کہ اسلام حسنِ اخلاق اور باعمل کردار کی بدولت روئے زمین پر پھیلا ہے، لیکن جناب والا! آج کے زمانہ کی حالت اور ہمارے ذہن اس قدر پراگندہ ہو چکے ہیں کہ اگر نرمی اختیار کی جائے تو قانون کے احترام کی بجائے یہ لوگ الٹا مذاق اڑاتے ہیں جس کا ثبوت آپ بھی اپنی آنکھوں سے لاکھوں جگہوں پر دیکھ سکتے ہیں۔ اس کی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں ہے، لیکن اب آپ قدرتی طور پر یہ سوچنے پر مجبور ہو جاویں گے کہ ہمیں اس مرحلہ پر کیا کرنا چاہیئے جبکہ نرمی اختیار کی جاتی ہے تو قانونِ الٰہی کی بے حرمتی ہوتی ہے اور اگر سختی کرتے ہیں تو شاید لوگ سرکش ہو جائیں۔ دوسری طرف یورپین اقوام کہنا شروع کر دیں گی کہ اسلام سختی کرنے سے رائج ہوا ہے۔

لیکن جناب! اس مرحلہ پر میرے ناقص ذہن میں ایک بات آتی ہے اور اس کا مشاہدہ میں نے اپنی آنکھوں سے اور تاریخ کے اوراق میں کیا ہے کہ جہاں بھی اسلام نے اپنی روشنی پھیلائی، اکثر لوگ خود بخود حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے اور چند ایک سرکشی پر اتر آئے، اپنے فائدوں کے لئے قانونِ الٰہی میں رد و بدل کرنے کی جسارت کی، لیکن جب کبھی ان لوگوں نے ایک مردِ مجاہد کی ثابت قدمی، پامردی، ایمانی طاقت اور باعمل زندگی کو دیکھا تو خود بخود اپنا سر اسلام کے آگے سرنگوں کر دیا۔ اس کی زندہ مثال آپ کے سامنے خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مسئلہ زکوٰۃ اور دعویٰ نبوت وغیرہ میں۔ اگر اس وقت آپ ہمت سے کام نہ لیتے تو یہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون نہ جانے ہم تک آتا بھی یا نہیں اور دوسرے قانونِ الٰہی میں رد و بدل کرنے کی روایت چل نکلتی، لیکن جناب والا! اسلام ہمارے اصولوں ہمارے خیالات، ہماری ضرورتوں اور فائدوں سے بالاتر ہے، صرف ہماری سوچ کا فرق ہے اور ہم ڈرتے ہیں۔ اس کی وجہ شاید ہماری کمزور ایمانی طاقت یا پھر مذہب سے لاعلمی بھی ہو سکتی ہے کہ ہم اپنے فائدوں کو مدِ نظر رکھ کر قانونِ الٰہی کی شقوں کو آجکل کے حالات کے مطابق ڈھالتے پھریں۔ جناب والا! اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم اپنے آپ کو اسلام کے روشن پہلو سے دور اندھیری اور عمیق غاروں پر سرگرداں پائیں گے۔ جناب والا! اس سے پہلے کہ یہ مرحلہ آئے ہمیں سوچنا پڑے گا اور

اگر ہم اب بھی غیر جانبدار اور ٹھنڈے دل سے یہ سوچیں اور دیکھیں کہ بعینہ آج کل کے حالات اور اس سے بھی بدتر حالات میں اسلامی قوانین میں تبدیلیاں نہیں کی گئیں اور اسلامی قوانین اپنے سابقہ آب و تاب اور شان و شوکت کے جوں کا توں محفوظ ہے اور موجود ہے اور انشاء اللہ یوں ہی قائم و دائم رہے گا۔

جناب والا! میں آپ کے اکثر خیالات سے متفق ہوں کیونکہ آپ ایک روشن خیال اور باہمت انسان ہیں، لیکن مجھے آپ کے اس خیال سے اختلاف ہے جو آپ نے فرمایا ہے کہ اسلام کو بتدریج رائج کیا جائے۔

جناب والا! شاید آپ نے یہ محسوس کیا ہو ہوگا کہ آج تک آپ نے جو قوانین رائج کرنے کا اعلان کیا ہے اس پر عمل کرنے کی بجائے لوگ اور خصوصاً ایسے لوگ جو سرکش اور بدمعاش اور سرمایہ دارانہ ذہن کے مالک ہیں، الٹا مذاق بنا کر اس سے پہلوتہی اختیار کر لیتے ہیں۔ اس لئے مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اگر آپ نے یہ تجربہ دوبارہ دہرایا تو ان پر بجائے عمل کے الٹا اثر ہوگا۔ دینِ اسلام کی بے حرمتی ہو تو اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو معاف نہ فرمائیں گے۔

جناب والا! بحیثیت مسلمان کے آپ کا اور ہم سب کا یہ ایمان ہے کہ دینِ اسلام میں زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے اور اگر اس پر ہم پختہ اور یقینِ کامل کے ساتھ باعمل زندگی گزاریں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم دنیا میں اس طرح ذلیل و خوار ہوتے رہیں۔ سورت آلِ عمران (۸۵)

جو کوئی اسلام کے سوا کسی دوسرے
دین کو اختیار کرنا چاہے گا وہ ہرگز
قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ
آخرت میں ناکام و نامراد ہوگا۔

لیکن جناب والا! یہ سب اس وقت ہو سکتا ہے جب ہم یہ عزم اور پختہ ارادہ لے کر اٹھیں کہ دینِ الٰہی ایک مکمل دین ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات روزی رساں ہے، اور جو شخص اس دنیا میں آئے گا وہ اپنے ساتھ دو ہاتھ اور دماغ ساتھ لے کر آئے گا، تو جناب والا جب ہم اس بات پر یقینِ کامل کر لیں تو ہم غیر ملکی امداد اور معاشی پریشانیوں سے اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں۔

۲۔ دوسری بڑی بات ملکی امن و امان۔ اس سلسلے میں چوری۔ ڈکیتی۔ اغوا۔ بدمعاشی کرنے والے عناصر پر اگر کنٹرول کر لیا جائے تو ہم امن و امان قائم رکھ سکتے ہیں۔ اس صورت میں آپ مجھ سے بہتر طور پر جانتے ہیں کہ جو صورتحال ہمارے ملک میں پولیس اور ٹریڈ یونین کے گٹھ جوڑ سے پیدا ہو چکی ہے وہ آپ کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہے، اور ملک کے کسی کونہ میں غریب اور شریف افراد کی عزت، جان و مال محفوظ نہیں ہے۔ اس صورتحال سے نمٹنے کی صرف ایک ہی صورت ہے، وہ یہ کہ نظامِ اسلام میں ایسے عناصر کے بارے میں جو سزائیں تجویز کی ہیں ان پر بے حیل و حجت اور سختی سے عملی طور پر بلا تمیز کے عمل کرایا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے ملک میں امن و امان قائم نہ ہو سکے۔ اس کی زندہ مثالیں تاریخ نے بھی ہمیں دی ہیں۔ اس مرحلہ میں اگر ہم نے اپنے ملک میں ایسا کیا تو چند زندگیوں اور چند ہاتھوں کا زیاں تو ضرور ہوگا، لیکن جو فائدے اس کے ردِ عمل کے طور پر ہمارے سامنے آئیں گے، وہ امن و امان قائم کرنے میں ہمارے لئے معاون ثابت ہوں گے اور انشاء اللہ ہمارے ملک کا ہر شہری امن و سکون اور بے خوفی کی زندگی بسر کرنے کے قابل ہو جائے گا۔

جناب والا! اسی طرح ہر شعبۂ حیات کے مسئلہ کو اسی کسوٹی پر حل کیا جا سکتا ہے کہ اس قانونی شق کو مکمل اور عملی طور پر رائج کیا جائے اور اس میں لچک نہ ہونی چاہیے کیونکہ قانونِ الٰہی میں آج تک کسی نے رد و بدل کرنے کی جسارت نہیں کی اور نہ ہی ہم کر سکتے ہیں۔ اس لئے جب بھی نظامِ اسلامی کو مکمل طور پر رائج کریں گے تو انشاء اللہ لوگوں کی اکثریت تو خدا خوفی کی بدولت ہی اس نظام کو اپنا لے گی اور چند شرپسند یا لادینی عناصر اس کی راہ میں رکاوٹ بنے تو ان کو سختی سے بھی نمٹ لیا جا سکتا ہے۔

جناب والا! مجھے یقینِ کامل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک اب ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمارے گناہوں سے درگزر کرتے ہوئے ہمیں اسلامی قوانین کے رائج کرنے اور اس پر عملی طور پر زندگی گزارنے کی توفیق دے۔

اب آپ بھی اللہ تعالیٰ کی ذاتِ کامل پر بھروسہ کرتے ہوئے، اس سے پہلے کہ ہماری کشتی بھنور ڈانواں ڈول ہو یا اپنے ملاح اور پتوار کو کھو بیٹھے یا دوسری صورت میں دشمنوں کی چالیں اپنا کام دکھا دیں، آپ ہمت اور پامردی سے یہ کام سرانجام دے دیویں، کیونکہ اسلامی نظام کے حق میں حالات جتنے آج سازگار ہیں شاید ایسے پھر کبھی نہ ہوں۔ آپ اپنا وقت سوچنے میں نہ گزاریں زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ اس نیک کام میں دیر نہیں ہونی چاہیئے۔ آپ بسم اللہ کر کے اس کو مکمل طور پر رائج کر دیں اور خود بری الذمہ ہو جاویں تاکہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا یہ کارنامہ آپ کے لئے باعثِ نجات بن جائے، اور دوسری طرف تاریخ بھی اس واقعہ کا سنہری حروف کے ساتھ ذکر کرے گی۔ جناب والا! روزِ حساب کا تصور ذرا دل میں لائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ آپ پامردی سے اپنے قدم آگے بڑھائیں اور ان کانٹوں پر سے گزرتے ہوئے اپنے دامن کو اسلامی نظام میں رنگ کر دین اور دنیا کو سنوار لیں، اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہوگا۔

شاہ بخاری فاضل حقانی

عصری علوم اور دینی علوم سے متعلق
ایک مابہ الاجتماعی تصوّر

کالجز اور دینی مدارس کے طلبہ میں کیا فرق ہے، ان کے پیشِ نظر کیا مقاصد ہیں اور ان کا مابہ الاجتماع کیا ہے۔ فرق تو واضح ہے کہ ایک خاندان کے دو افراد جب دو الگ الگ راستے اختیار کر لیتے ہیں تو اسی روز سے دونوں کی راہیں مقاصد اور منزل متعین ہو جاتی ہے۔ دینی مدارس کے ایک طالب علم کا صرف ایک ہی مقصد پیشِ نظر ہوتا ہے جو دین کی خدمت ہے، دنیاوی فوائد مطلوب نہیں ہوتے جبکہ کالج کے طالب علم کا مقصد صرف دنیاوی مفادات ہوتے ہیں۔ ہاں کالج کے طالب علم سے متعلق ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کا مقصد خدمتِ انسان ہوتا ہے مثلاً کوئی ڈاکٹری تعلیم اس لئے حاصل کر رہا ہے کہ وہ ڈاکٹر بننے سے انسان کی خدمت کرے گا، لیکن پھر بھی ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ اس تعلیم کا آغاز والدین کے ان افکار میں سے ہوتا ہے جس میں پیشِ نظر صرف یہ ہوتا ہے کہ میرا لڑکا کالج سے فارغ ہو کر باعزت طور پر زیادہ روزی کمائے گا۔

اب دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ دینی مدارس کے طالب علم اپنے پیشِ نظر یہ مقاصد رکھتے ہیں کہ وہ دنیا کو بہت کچھ دے لیکن دنیا سے بہت کم یا بالکل نہ لیں، جبکہ ایک کالج کا طالب علم دنیا سے بہت کچھ لیتا ہے، لیکن وہ دنیا کو بہت کم دیتا ہے۔ میرا مقصد دنیاوی تعلیم کی مخالفت نہیں بلکہ ان دونوں کا تقابلی مقابلہ پیش کرنا ہے۔ دنیاوی یا عصری علوم کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا بلکہ جسقدر دینی علوم کی اہمیت ہے اسی طرح قوم، ملک اور انسانی ترقی کے لئے ان عصری علوم سے واقفیت بھی ضروری ہے، کیونکہ ان روزمرہ درپیش مسائل اور مشکلات کے حل کے لئے بھی جدید علوم سے استفادہ کرنا ضروری ہے۔ انسان کو اپنی زندگی میں طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے بقول ارسطو "انسان مدنی الطبع ہے۔ اس لئے ان کی ضرورت و اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، لیکن ان مقاصد کو پیشِ نظر رکھنے سے واضح طور سے معلوم ہوتا ہے کہ ان جملہ کاوشوں کا مطلب خدمتِ انسانی ہے۔ لیکن افسوس تو یہ کہ ہم نے ان علوم کو خدمت کی بجائے روزی کمانے کا ایک ذریعہ بنایا اور پیٹ کی خدمت کی وجہ سے ایک جدید تعلیم یافتہ دفتر سے لے کر صنعت کے میدان تک اپنے فرض کو فراموش کئے ہوئے ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں جدید علوم کی درس و تدریس کا اہتمام زیادہ ہونے کے باوجود ہم عمل کے میدان میں ترقی کے بجائے تنزلی دیکھ رہے ہیں۔ اس کے برعکس اگر ہم دینی مدارس کے طلبہ کو دیکھیں تو وہ اپنے مقاصد میں پوری طرح سے کامیاب ہیں۔ وجہ یہی ہے کہ ان کے سامنے کوئی دنیاوی مفاد نہیں جس کے لئے وہ ناجائز طریقے استعمال کریں۔ یہ طالب علم اپنے نیک مقاصد اور تعلیمی زندگی میں کامیاب ہیں۔ وہ جس کتاب کو پڑھتے ہیں پوری دلچسپی اور لگن سے یاد کرتے ہیں۔ امتحانات کے موقع پر آپ دیکھیں گے کہ اکثر مدارس کا نتیجۂ امتحان اسی سے لے کر پچانوے فیصد تک عموماً ہوتا ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ ان مدارس کے نصابِ تعلیم میں خصوصی تبدیلیاں لانے کی ضرورت ہے، تاہم اس تبدیلی میں تاخیر کی ذمہ داری یا تو ان منتظمین

پڑتی ہے یا مغربی افکار کے خطرات سے پیش نظر اب فوری تبدیلیاں لانا ناممکن ہے دینِ الٰہی نے انسان کے لئے جو ضابطۂ حیات مقرر کیا ہے اس کے تمام شعبوں پر نظر رکھیں تو اس میں خدمتِ انسان کا جذبہ بھی موجود ہے ضروری ہے کہ دینی مدارس کے نصابِ تعلیم میں ان امور سے متعلق ضروری تبدیلیاں لائی جائیں۔ مدارس عربیہ کے طلبہ اپنے پیش نظر دین، قوم اور ملک کی خدمت جیسے اعلیٰ مقاصد رکھتے ہیں تو چاہیئے کہ طالب علم روزِ اول سے اپنی نیت کو صحیح رکھیں کہ ہمارا کوئی دنیاوی غرض و مفاد نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طالب علم کو مجاہد سے تشبیہ دی ہے یعنی جیسے کہ مجاہد ملک کی حفاظت کرتے ہیں اسی طرح طالب علم دین کی حفاظت کرتے ہیں۔

لارڈ میکالے کے نظامِ تعلیم نے جو تفرقہ ڈال دیا ہے اس کو ختم کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم کالجوں کے طالب علموں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرائیں۔ انہیں بڑوں سے تعلیم و ادب سیکھنے کی ترغیب دیں۔ دینی مدارس اور کالجز کے طالب العلم ایک ہی اسٹیج پر جمع ہوں اور دین کی خدمت کے ساتھ قوم، ملک اور انسانیت کی بہتر خدمات کو مابہ الاجتماع مقصد تصور کر کے اس تفرقہ کو ختم کرائیں تو ہم کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اسلام عصری علوم کو سیکھنے سے منع نہیں کرتا۔ سائنس اور اسلام متضاد نہیں۔ ہاں اگر مخالفت ہے تو نظریۂ ارتقاء اور LAW OF NATURE کے غلط نظریات اور دعوؤں سے ہے جو کہ انسان کے بنیادی مقاصد کو جاننے اور مسائل حل کرنے میں ناکام رہے ہیں اور انسانیت کی خدمت کرنے سے قاصر ہیں۔ ہمیں عصری علوم کے سیکھنے کے ساتھ دینی علوم اور دینی علوم کے ساتھ عصری ضروریات اور تقاضوں سے واقفیت حاصل کرنی چاہیئے۔

بقیہ: برصغیر میں انگریز

پامال کرانی ہے۔ اگر کوئی شخص اس امر کو حلال جان کر کرے گا تو وہ حسبِ احکامِ شریعت کافر ہو جائے گا۔ اگر حرام جانتا ہوا خوف یا دنیاوی طمع کی وجہ سے اس کا مرتکب ہوا ہے تو سخت گناہگار اور فاسق ہو گا۔ وہ استحقاق اس کا رکھتا ہے کہ اس کی توبہ قبول نہ ہو اور اس کو دوزخ سے نکالا جائے۔ چنانچہ متعدد آیات، بے شمار احادیث اور فقہائے کرام کے اقوال موجود ہیں۔ چونکہ حاجات معاشیہ نادار ہندوستانی مسلمانوں کو مجبور کرتی ہے کہ وہ فوج میں بھرتی ہو کر اس گناہ میں مبتلا ہوں، اس لئے اس کے اور پولیس وغیرہ کے ایمان اور دین کی سلامتی فقط اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ ہندوستان آزاد ہو۔"

شیخ الاسلامؒ نے مزید فرمایا:

"ضروری اور فرض ہے کہ متذکرہ پالیسی کی بنا پر اس گورنمنٹ سے مقابلہ کیا جائے اور ہر ممکن طریقے سے اس کی عزت و شوکت کو کم اور اس کی قوت کو فنا کیا جائے اور یہی اعلیٰ درجہ کی جنگ اس گورنمنٹ کے ساتھ ہو گی۔ ہندوستان کی مکمل آزادی اور سوراج انگلستان کی موت کے مترادف ہے۔"

حضرت مدنیؒ نے سوالیہ انداز میں فرمایا:

"ایک کیا یہ انگریز سے مقابلہ صرف مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت کے لئے کیا جائے یا صرف ہندوستانی مسلمانوں کے مفاد کے لئے؟ (جواباً) نہیں پورے ہندوستان کے لئے۔ مغرب کے مقابلہ میں تمام مشرق کے لئے یہ جنگ ہونی چاہیئے۔

(بیس بڑے مسلمان ص ۴۸۲)

حضرت مدنیؒ کو فوج کی بھرتی سے متعلق تقریر پر دو سال کی سزا ہوئی تھی، لیکن پھر اسی کو کھلم کھلا اور علی الاعلان دہرایا۔

ہے آئینِ جوانمرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

ڈاکٹر ولیم ہنٹر بے وقوف تو نہ تھا کہ جس نے اپنی سات سالہ تحقیقی رپورٹ میں لکھا:

"ان سب تحریکوں کے کرتا دھرتا اور بانی سب وہابی مولوی تھے، اور اگر اب بھی تم ان کا قلع قمع نہ کرو گے تو ہندوستان میں سازشوں کا سلسلہ قائم رہے گا۔"

(تحریکِ ریشمی رومال ص ۱۳)

لیکن انگریز کو ہی سات سمندر پار جانا پڑا اور ملک آزاد ہو گیا۔

ہے حالات کی کشتی کے جو بھی پتوار سنوارا کرتے ہیں
گرداب بھی بچتے ہیں ان سے طوفان بھی کنارہ کرتے ہیں

بقیہ: اسلام اور سوشلزم

لم یزل کا غلام بناتا ہے جو ہمیشہ کے لئے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور وہی کارساز و آقا ہے۔ بنی نوع انسان کو اقتصادی یا مالی غلامی سے آزاد کرانے اور امیر و غریب کا فرق دنیا سے مٹا دینے کی کوشش بھی اسلام نے کی ہے لیکن اس طرح نہیں کہ غریبوں کو امیروں کا جانی دشمن اور امیروں کو غریبوں سے متنفر بنا دیا جائے۔ اور اس طرح جنگ اور خونریزی کا ایک دائمی اور مستقل سبب اہلِ دنیا کے لئے مہیا کر دیا جائے۔

آج ہم سے بعض لوگ خود خدا کی زمین پر خدا کے نظام کی مخالفت کر رہے ہیں اور قرآنی

شہر شہر سے — ترتیب: قمر ہاشمی

ہندوستان میں مسلمانوں کا وحشیانہ قتل عام بند کیا جاوے

لاڑکانہ: آج انجمن محمدی لاڑکانہ کی جانب سے جناح باغ لاڑکانہ میں ایک عظیم الشان جلسۂ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد ہوا، جس کی صدارت سندھ کے ممتاز روحانی پیشوا اور نظام العلماء پاکستان کے مرکزی رہنما پیر طریقت حضرت مولانا عبدالکریم صاحب قریشی آف بیر شریف نے فرمائی۔ جلسہ سے انجمن محمدی کے بانی سرپرست اور مدرسہ عربیہ اشاعت القرآن لاڑکانہ کے پرنسپل شیخ الحدیث حضرت مولانا علی محمد حقانی، ادارہ اشاعت التجوید کے مرکزی سربراہ ابوالخلیل امیرالدین انور، خطیب اسلام مولانا شمس الدین صاحب پنھوار اور اہلسنت اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن کے چیف آرگنائزر اور ممتاز طالب علم رہنما فاضل نوجوان خالد محمود سومرو نے خطاب کیا۔ جلسہ میں ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ جلسہ میں چند قراردادیں پاس کی گئیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ انجمن محمدی کے زیر اہتمام منعقدہ یہ عظیم الشان اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے وحشیانہ قتل عام کو بند کرانے کے لئے عالمی سطح پر کوششیں کی جائیں۔

۲۔ مسلمانوں کا یہ عظیم اجتماع بیت المقدس کو دارالحکومت بنانے پر اسرائیل کی سخت مذمت کرتا ہے اور عالم اسلام سے اپیل کرتا ہے کہ اسرائیل کے ساتھ جہاد کا آغاز کیا جائے۔

۳۔ ملک میں صحابہ کرام رض کو سب و شتم کرنے والوں کے لئے مجوزہ آرڈیننس فوراً نافذ کیا جائے۔

۴۔ ملک کے تمام تعلیمی اداروں خصوصاً سندھ کے پروفیشنل کالجوں میں OPEN MERIT BASIS پر غیر مسلموں خصوصاً ہندوؤں کا داخلہ ممنوع قرار دیا جائے۔ ہندوؤں کا دھڑا دھڑ داخلہ بند کیا جائے! ان کے لئے کوٹہ مخصوص کیا جائے۔

۵۔ مدارس عربیہ کی اسناد کو سرکاری طور پر تسلیم کیا جائے اور ان کی حیثیت کا مناسب تعین کیا جائے۔

انتخاب نظام العلماء سندھ

نظام العلماء صوبہ سندھ کا ایک اجلاس گذشتہ روز زیر صدارت جناب مولانا محمد شاہ امروٹی منعقد ہوا اور نظام العلماء صوبہ کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ مندرجہ ذیل عہدیداران اتفاق رائے سے منتخب کئے گئے:

امیر	مولانا محمد شاہ امروٹی
نائب امیر	" غلام قادر
"	" محمد مراد
"	" نور محمد
"	" محمد حسن
سکریٹری جنرل	جناب حاجی کرامت اللہ خان
جوائنٹ سیکریٹری	" عمران شاہ
"	" حکیم جلال الدین
"	" حاجی رشید احمد سیال
سیکریٹری اطلاعات	قاری شیر افضل
خازن	حاجی بشیر احمد
سالار	فضل الرحمٰن

اجلاس میں نظام العلماء کے سابق صوبائی ناظم الحاج علی نواز خان کھوسو اور ضلع لاڑکانہ کے امیر مولانا حبیب الرحمٰن کے اچانک انتقال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا گیا اور ان کی مغفرت کے لئے دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل۔

پاکستان کی سالمیت کے خلاف تہران ریڈیو زہر اگلنا بند کرے

سمندری: جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان حلقہ سمندری کے کنوینر جناب رانا محمد اعظم خاں صاحب نے ایرانی نشریاتی ادارے کی اس خبر کی سختی سے مذمت کی ہے جس میں اس نے پاکستانی عوام سے پاکستان کی حکومت کا تختہ الٹ دینے کے لئے کہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایرانی نشریاتی ادارے کو بیرونی ممالک کے عوام کو احکامات جاری کرنے کی بجائے اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیے۔ یہ خمینی صاحب کی بھول ہے کہ تمام عالم اسلام ان کے ساتھ ہے۔ ہم اراکین جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان احتجاج کرتے ہیں کہ تہران ریڈیو ہمارے ملک کی سالمیت کے خلاف ایسی خبروں سے پرہیز کرے اور یہ نہ بھولے کہ انقلاب کے بعد نئی حکومت کو سب سے پہلے پاکستان نے ہی تسلیم کیا تھا۔

شعبہ نشر و اشاعت
جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان، حلقہ سمندری

اتحاد پر مبارکباد

(باغبانپورہ، لاہور) سالانہ جلسہ کے عظیم الشان

اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالشکور دین پوری صدر مجلس نے کہا اہلسنت کو صحیح حقوق دیے جائیں۔ آیت اللہ خمینی کے پاکستان اور سعودی عرب کے متعلق حالیہ بیان سے عالم اسلام کو سخت تشویش ہے۔ صدر صاحب اپنے کئے ہوئے وعدے پورے کریں۔ ملتان سنی کنونشن کے موقعہ پر مجلس تحفظ حقوق اہلسنت، تنظیم اہل سنت، نظام العلماء ختم نبوت کے اتحاد پر ہم اکابر کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس اتحاد کو مبارک فرمائے اور ملک و ملت کی خدمت کی توفیق بخشے۔

صدر مجلس تحفظ اہلسنت، ملتان

افغان مہاجرین میں سامان تقسیم کیا گیا

فیصل آباد ماڈل ٹاؤن سی کے عوام نے افغانستان کے مہاجرین کے لئے حافظ لال دین خطیب و سرپرست شہری نظام العلماء فیصل آباد کی زیرنگرانی مبلغ ۲۰ ہزار روپیہ اوائل فروری میں اکٹھا کیا اور اس سے ۳۵۰ تھیلے آٹا، ۱۰ بوری دال، دس بوری آلو دس پیٹیاں صابن اور بچوں کے کپڑے خریدے نیز کچھ کپڑے اور رضائیاں اہل محلہ نے اپنے گھروں سے بھی دیں۔ تمام سامان ٹرک میں لاد کر روانہ کر دیا گیا۔

کرک میں پہنچنے کے بعد مولانا دین محمد صاحب نے مہاجرین کے قائد سے ملاقات کی اور بعد ازاں سامان تقسیم کر دیا گیا۔ حرکت انقلاب اسلامی افغانستان کے امیر جناب مولوی محمد نبی (محمدی) نے اظہار تشکر کرتے ہوئے کہا کہ ہم فیصل آباد کے عوام کی دینی حمیت و شہامت کی تعریف کرتے ہیں اور جو اشیاء اور رقم چھ ہزار پانچ سو ساٹھ روانہ کی ہے اس سے ہمیں بے پناہ اخلاقی قوت ملتی ہے۔

آخر میں انہوں نے کہا کہ اللہ آپ کو اور ہمیں فقط دین اسلام کے تحفظ و ناموس کی توفیق دے۔

کنونشن کی قراردادیں

۱۔ سنی کنونشن کا یہ اجلاس صدر مملکت جناب جنرل محمد ضیاء الحق کو ملک میں نظام اسلامی کے نفاذ کے سلسلہ میں کئے گئے اقدامات پر مبارکباد پیش کرتا ہے اور صدر صاحب کی کامیابی کے لئے دعا کرتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ ایک آرڈیننس کے ذریعہ اسلامی نظام بطرز خلافت راشدہ مکمل طور پر نافذ کریں۔

۲۔ ایک فرقہ کے مطالبہ پر زکوٰۃ آرڈیننس میں ترمیم کے اعلان سے سواد اعظم اہل السنۃ والجماعت کی شدید دل آزاری ہوئی ہے۔ قومی حلقوں میں سخت تشویش پائی جاتی ہے۔ یہ کنونشن حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ فرقوں کی بنیاد پر قوانین کے حصے بخرے نہ کئے جائیں۔ اس سے نہ صرف ملی وحدت پارہ پارہ ہوگی، بلکہ ملکی امن و سلامتی کے لئے بھی یہ فیصلہ شدید نقصان کا باعث ہوگا۔

۳۔ بفضلہٖ تعالیٰ دو پڑوسی ملکوں ایران و پاکستان میں مبینہ طور پر اسلامی انقلاب آ رہا ہے اور دونوں ملکوں میں دونوں فرقوں کے حقوق بھی اسی طرح ہونے چاہئیں۔

۴۔ یہ کنونشن یقین کی حد تک جانتا ہے کہ ایران کا ریڈیو، اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ پاکستان کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ کرتے ہیں جو صراحتاً پاکستان کے اندرونی امور میں مداخلت ہے۔ یہ کنونشن اس کی پرزور مذمت کرتا ہے اور حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ایران سفیر متعینہ پاکستان کے ذریعہ حکومت ایران سے سخت احتجاج کرے۔

۵۔ علماء کنونشن اسلام آباد میں صدر مملکت نے وعدہ کیا ہے کہ وہ آرڈیننس جاری کریں گے جس کی رو سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رض، اہل بیت رض اور ائمہ دین کی توہین ایک سنگین جرم ہوگا اور توہین کرنے والے کو سزا دی جائے گی۔ یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ فوری طور پر اس پر عمل کیا جائے، نیز حسب وعدہ نادیانیوں کے اس قسم کے لٹریچر پر پابندی عائد کی جائے۔

۶۔ یہ کنونشن یقین رکھتا ہے کہ محرم کی کچھ رسمیں ہر سال پاکستان میں فسادات کا باعث بنتی ہیں۔ اس سے امن کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے جبکہ ہمسایہ ملک ایران میں ایسا نہیں ہوتا

۷۔ پاکستان کی شیعہ فرقہ کی اذان میں ایسے کلمات شامل ہیں جو سنی اکثریت کی دل آزاری کا باعث ہیں اور اذان کے یہ الفاظ کسی شیعہ کتاب اور فقہ جعفری میں نہیں اس لئے اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ ایسی اذان پر پابندی لگائی جائے اور شیعہ شریعت میں اذان کے جو الفاظ ہیں وہی کہے جائیں، نیز محرم کی نشریات میں شیعہ سنی مستند علماء کو ہی وقت دیا جائے۔

شعبہ نشر و اشاعت
سنی کنونشن منعقدہ جامع مسجد
تنظیم اہلسنت، ملتان شہر
مورخہ ۴-۵ ستمبر ۱۹۸۰ء

ہر قسم کی دینی کتابوں کا مرکز

۱۔ آمد نامہ فارسی قیمت ۰۰-۱ روپیہ
۲۔ مالابد عامل گھوڑی 〃 ۵۰-۱ 〃
۳۔ نصاب ضروری 〃 ۰۰-۳ 〃

مکتبہ محمدیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

طلباء کی ڈائری — محمد ادریس

اللہ تعالیٰ، نبی کریمؐ اور صحابہ کرامؓ کی شان میں گستاخی کو قابل تعزیر جرم قرار دیا جائے

اسرائیل کے مددگار ممالک کے خلاف اقتصادی بائیکاٹ کیا جائے اور جہاد کے لئے مشترکہ لائحہ عمل تیار کیا جائے

علماء حق کی قیادت میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا جائے گا۔

جمعیۃ طلبۂ اسلام کے مرکزی اور صوبائی اجلاس کی قراردادیں۔

گذشتہ دنوں جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کی مرکزی تنظیمی کمیٹی اور چہار صوبائی مجالس کا اجلاس شیرانوالہ گیٹ لاہور میں ہوا جس میں ایک قرارداد کے ذریعے خواتین کی علیحدہ یونیورسٹی کے قیام کے فیصلے کو منسوخ کرنے پر احتجاج کیا گیا اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ خواتین کے لئے علیحدہ تعلیم کا بندوبست کیا جائے۔

ایک دوسری قرارداد میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ ملک میں اللہ تعالیٰ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی کو قابل تعزیر جرم قرار دیا جائے اور ایسے عناصر کو سخت سزائیں دی جائیں جو کہ مسلمانوں کے مسلکی عقاید میں مداخلت کر کے انتشار پیدا کرتے ہیں۔

اجلاس میں منظور کی گئی دیگر قراردادوں کا متن ملاحظہ فرمائیں۔

قرارداد ۳: یہ اجلاس ملک میں کمیونسٹ سوشلسٹ۔ فرقہ پرست اور دیگر لادین عناصر کی سرگرمیوں پر اظہار تشویش کرتا ہے اور حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ ان کی سرگرمیوں کا سختی سے نوٹس لے۔

قرارداد ۴: جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کا یہ اجلاس اسرائیل کے دارالحکومت کو القدس میں منتقل کرنے پر سخت احتجاج کرتا ہے اور مسلم ممالک سے اپیل کرتا ہے کہ شہزادہ فہد کی تجویز کے تحت منظم طور پر جہاد کا اعلان کیا جائے اور مسلم ممالک کی مشترکہ فوج تیار کی جائے جو بیت المقدس کی آزادی کے لئے جہاد کرے۔ علاوہ ازیں اسرائیل کے مددگار ممالک کا اقتصادی اور سیاسی بائیکاٹ کیا جائے۔

قرارداد ۵: جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کا یہ اجلاس ہندوستان میں مسلم کش فسادات پر شدید غم و غصہ کا اظہار کرتا ہے اور بھارتی حکومت سے سخت احتجاج کرتا ہے اور موجودہ فسادات کا ذمہ دار حکومت کو ٹھہراتا ہے کیونکہ ملک کے شہریوں کے جان و مال کا تحفظ بہرحال حکومت کا فرض ہے۔ حکومت ایسے عناصر کا سختی سے محاسبہ کرے جو فرقہ واریت پھیلاتے ہیں اور مسلم کش فسادات کا باعث بنتے ہیں اور یہ اجلاس ہندوستان کے متاثرہ مسلمان خاندانوں سے اظہار ہمدردی کرتا ہے۔

قرارداد ۶: جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کا یہ اجلاس اکابر علماء حق کی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتا ہے اور اس بات کا عہد کرتا ہے کہ اسلامی انقلاب کی جدوجہد میں ہم علماء حق کے شانہ بشانہ کام کریں گے اور اس کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

قرارداد ۷

جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کا یہ اجلاس شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان، مولانا ابوبکر (خضدار) شیخ طریقت حضرت مولانا عبدالہادی دین پوری، تحریک ختم نبوت کے عظیم قائد مولانا محمد حیات، مولانا عبدالشکور خطیب جامع مسجد کوئٹہ۔ مولانا نور محمد آف چمن، مولانا مفتی عبدالحی آف بھوئی گاڑ جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کی تنظیمی کمیٹی کے سیکرٹری جناب ظہیر میر کے والد محترم کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

اہم فیصلے

جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کی تنظیمی کمیٹی اور چہار صوبائی تنظیمی کمیٹیوں کا مشترکہ اجلاس شیرانوالہ

گیسٹ میں ہوا جس کی صدارت جناب ندیم اقبال اعوان نے کی۔ اجلاس میں جمعیۃ طلبہ اسلام کے سرپرست حضرت مولانا محمد اجمل خان نے بھی شرکت کی۔ اس اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ بلوچستان میں معاونت سازی پھر سے ہوگی اور صوبہ بلوچستان کے صوبائی انتخابات نومبر میں کرائے جائیں گے۔ انتخاب کی حتمی تاریخ بلوچستان کی تنظیمی کمیٹی طے کرے گی۔ جبکہ پنجاب کی تنظیمی کمیٹی کے سربراہ جناب خالد محمود ڈوگر نے اپنی کارکردگی کی رپورٹ پیش کی اور بعد ازاں اس رپورٹ کی روشنی میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ پنجاب کے صوبائی انتخاب نومبر کے آخری عشرے میں ہوں گے۔ حتمی تاریخ بعد میں طے کی جائے گی۔ خالد محمود ڈوگر نے صوبائی کونسل کمیٹی کے اجلاس کے بعد انتخابی شیڈول کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ ۱۵ نومبر سے قبل ضلعی اور مقامی شاخوں کے انتخابات کروا لیے جائیں گے اور اسی دوران ہر ضلع میں کنونشنز منعقد کیے جائیں گے۔ صوبہ سندھ اور سرحد کے انتخابات کی حتمی تاریخوں کا اعلان بھی بعد میں کیا جائے گا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جنگی و سیاسی اصول

○ اُحد میں آپ کو معلوم تھا کہ عبداللہ بن ابی منافق ہے اور دشمن کا آدمی ہے اس کے باوجود آپ نے پہلی مشاورتی کونسل میں اسے شریک کیا تاکہ کھل کر اس کے نظریات کا علم ہو جائے اور چونکہ وہ مدینہ کا ہے اس لیے اتحاد حجت بھی ہو جائے کہ آں حضرت نے اسے بھی مشورہ میں شریک کیا۔ اور مشاورت کا مقصد یہ تھا کہ مخبروں اور جاسوسوں کی صحیح اطلاعات تک ایک دوسرے کے سامنے رکھ کر جنگی صورتحال سے متعلق رائے لی جائے۔ اس طرح ہر آنے والے کے عزائم و مقاصد اور اس کی شجاعت و جرأت کا بھی پتہ چل جائے گا۔

یہی وجہ تھی کہ جب عبداللہ بن ابی نے دیکھا کہ میرا مقصد پورا نہیں ہو رہا تو راستے سے پیچھے لوٹ گیا۔

○ آپ جہاں جنگ کے لیے گئے۔ جنگ ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو ایک ماہ ایک روز یا تین روز آپ نے وہاں قیام ضرور فرمایا۔ تاکہ دشمن کی قوت کا پتہ چل سکے۔

○ آپ جب بھی کسی معرکہ پر گئے مدینہ میں ضرور قائم مقام بنا کر گئے۔

○ آپ نے جنگ سے بیشتر رزم گاہ کے مکمل کوائف اور حملہ کی صحیح صورت حال خود اپنے صحابہ کو بھی نہیں بتائی۔ تمام جنگیں رازداری سے لڑیں۔ تاہم ہر معرکے میں صحابہؓ سے مشورہ ضرور کیا۔

○ خود معاہدہ پر جان و دل سے قائم رہے مگر جب فریق نے عہد شکنی کی اسے ناقابل فراموش سبق دیا۔

○ ہر جنگ میں آپؐ نے اس اصول کو مدنظر رکھا کہ الحرب خدعۃ یعنی لڑائی تدبیر و چال سے لڑی جاتی ہے۔

○ آپؐ نے مختلف غزوات و سرایا میں یکے بعد دیگرے بدل بدل کر صحابہؓ کو بھیجا تاکہ تمام صحابہؓ فوجی تربیت حاصل کر لیں اور جنگی امور سے واقف ہو جائیں۔

○ تربیت کے اعتبار سے خواہ جاڑوں کا موسم ہو، جنگ میں خواہ راستے کتنے ہی پُرخطر ہوں، آپؐ نے کبھی کسی کی پرواہ نہیں کی۔ اور جب بھی جنگ کا موقع آیا دن ہو کہ رات، لشکرِ اسلام کو کوچ کا حکم دیا۔

○ نپولین کا قول ہے "دفاعی سیاست ضروری ہے کہ فوج کا جرنیل صحیح وقت پر میدانِ جنگ میں پہونچے"

○ معلوم ہوتا ہے کہ فرانسیسی جرنیل نے یہ اصول بھی آں حضرتؐ کے دفاعی طریقوں سے اخذ کیا ہے خصوصاً خندق کی عظیم النوع جنگیں آج کے دفاعی مبصر اور جرنیل کے لیے عظیم رہنمائی کا درجہ رکھتی ہیں۔

○ آپؐ نے دشمن کے جنگی قیدیوں سے ایسا سلوک فرمایا کہ جس کی مثال دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ملتی۔

یہ چند ایک اصول آں حضرتؐ کے تمام غزوات سے منقول ہیں۔ یہی اصول تھے جن کے ذریعہ تھوڑے ہی عرصے میں فاران سے گونجنے والی آواز چار دانگ عالم میں پھیل گئی۔

ہوزری کی مصنوعات میں
معیاری نام
نورانی ہوزری
بنیان جالی۔ سمر کنگ
انٹرلاک۔ انڈرویئر
جراب ہر قسم۔ ہر سائز
ہر جگہ دستیاب ہیں۔
پروپرائٹر چوہدری محمد اسلم
جناح کالونی فیصل آباد فون ۲۵۷۳۲